BF

ودربھ میں اردو



ودربھ نامہ
۳

آغا غیاث الرحمٰن

ودربھ نامہ

کتاب کا نام	ودربھ میں اردو	مصنف	آغا غیاث الرحمٰن
ناشر	عبدالرحیم نشتر	پتہ	نزد مسجد قادر صاحب مومن پورہ
اشاعت	فروری سنہ ۱۹۸۲ء	تعداد	ایک ہزار
کتابت	سید محمود علی	سرورق	ذکی العزیز
ضخامت	۵۴ صفحات	قیمت	دو روپیہ -/2

ملنے کے پتے

نشتر پبلی کیشنز، نزد مسجد قادر صاحب، مومن پورہ ناگپور

دفتر حلقۂ احباب، ۱۱، اسٹار کی ٹاؤن ناگ پور

حنیف بکڈپو مومن پورہ ناگ پور

نور بکڈپو، مومن پورہ ناگپور

محمد غلام رسول اشرف تکیہ معصوم شاہ، مومن پورہ ناگپور

بمبئی اسٹورس گجری بازار، کامٹی ★ ہارون الرشید عادل وارڈ نمبر ۲۹

محبوب راہی نزد گلزاری مسجد بارسی ٹاکلی آکولہ

کوہ نور ہوٹل ایس ٹی اسٹینڈ کھام گاؤں ★ مظہر پٹیل چھوٹا بازار ملکاپور

عبدالحق انجم کھٹک محلہ جبلپور ★ ڈاکٹر جاوید سعیدی قلندریہ جونیر کالج دگرس

یحییٰ نشیط کالی (دولت خاں) تعلقہ پوسد ★ رحمت اللہ خاں عثمان آزاد ہائی اسکول آکوٹ

محمد سخا اللہ لائن پورہ جل گاؤں جامود

قاضی حسن رضا قاضی پورہ کھنڈوہ

مجلس مشاورت

- ★ پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد حامد صاحب
- ★ پروفیسر ڈاکٹر منشاء الرحمٰن صاحب
- ★ پروفیسر ڈاکٹر شائستہ جاوید صاحبہ
- ★ پروفیسر ڈاکٹر مدحت الاختر صاحب
- ★ حفیظ الرحمٰن ولی اللہ صاحب
- ★ سید قمر الزماں صاحب صدر بزمِ غالب کامٹی
- ★ محمد عبدالحلیم صاحب
- ★ عبدالغفار شاکر صاحب
- ★ محمد خضر حیات صاحب
- ★ پروفیسر سید یونس صاحب
- ★ ڈاکٹر بدر جمیل صاحب
- ★ شکیب غوثی صاحب
- ★ فدا المصطفیٰ فدوی صاحب
- ★ محمد انیس الدین
- ★ محبوب راہی صاحب
- ★ ابراہیم نبیل

انتساب

پروفیسر ڈاکٹر
سید عبدالرحیم صاحب
کے نام!
جن کی مساعی جمیلہ سے
"تذکرہ مشاہیرِ برار"
عنقریب
شائع ہو رہی ہے

دربھنگہ میں اردو زبان کا آغاز و ارتقاء
دربھنگہ میں اردو زبان و ادب کی سمت و رفتار
دربھنگہ کی نثری و شعری تصانیف
دربھنگہ کی مطبوعات
دربھنگہ کی اردو صحافت

آغاز و ارتقا

ودربھ میں اردو زبان و ادب کا آغاز و ارتقا اور سمت و رفتار پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے لئے سیکڑوں صفحات صرف ہونگے۔ اس مختصر سے رسالے میں اختصار ناگزیر ہے لہذا سرسری جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

علاقۂ ودربھ میں آٹھ ضلعوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو امراؤتی آکولہ، بلڈانہ اور ایوت محل امراؤتی ڈویژن میں شامل ہوتے ہیں اور ناگپور، وردھا، بھنڈارا اور چندرپور ناگپور ڈویژن میں۔

اول الذکر چار اضلاع آج بھی برار کہلاتے ہیں جو ایک مدت تک فرمانروائے دکن کی عملداری میں رہے چنانچہ ودربھ میں اردو زبان کا آغاز بھی دکن میں اردو کی تخم ریزی اور نشو ونما کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس نقطۂ آغاز کو سمجھنے کے لئے غزنوی اور غوری خاندانوں کا عہدِ حکومت اور لسانی اثرات معاون ہوسکتے ہیں۔ بعد ازاں محمد تغلق کا دہلی سے دیوگیری کو راج دھانی منتقل کرنے کا واقعہ بھی لسانیات کی رو سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اس قافلے کی گزرگاہ سرزمین برار ہی رہی۔

"تاریخ اردو ادب" کے مولف جمیل جالبی دکن میں اردو ادب کا احوال اس طرح پیش کرتے ہیں۔

"محمد تغلق کے آخری زمانے میں علاؤالدین حسن بہمنی شاہ نے خود مختاری کا اعلان کرکے ۱۳۴۷ء میں دکن میں بہمنی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اب دکن کی حکومت شمال سے آئے ہوئے ان ترک خاندانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی جو خود کو دکنی کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ دکنی ان کی زبان تھی اور انھوں نے دکنی قومیت اور کلچر کی بنیاد رکھی تھی۔ شمال دشمنی کے جوش میں انھوں نے ان تمام عناصر کو ابھارا جو خصوصیت

سے سرزمینِ دکن سے تعلق رکھتے تھے ۔ انھوں نے مقامی روایات کی حوصلہ افزائی کی نیز دیسی رسوم و رواج، میلوں ٹھیلوں اور تہواروں کو ترقی دی، چنانچہ ۱۳۴۷ء سے لیکر تقریباً تین سو سال تک سے زیادہ عرصے تک یہ زبان جو شمالی ہند سے آئی تھی سرزمینِ دکن کے ساتھ لسانی و تہذیبی اثرات قبول کرتی ہوئی آزادانہ طور پر نشو و نما پاتی رہی جسے ہم آج اردو کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔

ان تمام واقعات و عوامل نے شمال سے لے کر دکن و گجرات تک اس زبان کے پھلنے پھولنے کے لئے ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ یہ زبان سارے علاقے کی مشترک زبان بن کر تیزی سے ترقی کے زینے طے کرنے لگی ۔ صوفیائے کرام نے اس زبان کو تبلیغِ دین اور اخلاق سازی کے لئے استعمال کیا ۔ شاعری، موسیقی، قوالی اور درسِ اخلاق کی زبان یہی تھی اور یہی زبان وسیلۂ اظہار بھی ٹھہری"۔

مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ شمال سے جو زبان جنوب کی طرف گئی اس کی دو شاخیں ہو گئیں ۔ دکن میں گئی تو دکنی لہجہ اور الفاظ کی وجہ سے دکنی کہلائی اور گجرات پہنچی تو وہاں کی خصوصیات کی وجہ سے گجری یا گجراتی کہلائی ۔ دکنی زبان کی تشکیل میں سلاطین وقت کے طویل تہذیبی اور لسانی اثرات کے علاوہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تبلیغی اور روحانی سرگرمیوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے ۔ شاہ دولہا رحمٰن غازی رحمت اللہ علیہ ایلچ پور، داداحیات قلندرؒ منگرول پیر، شیخ عبدالعزیز شاہ بابا پاتور، شاہ عنایت اللہ بالاپوری، حضرت مہتاب علی شاہ، امان اللہ شاہ، شاہ برہان الدین نرنالہ، پیر فولاد جامود، اور دیگر بزرگوں نے درسِ اخلاق، انسانی بیداری اور تبلیغِ اسلام کے لئے برار اور و دربھ کے مقامات کو منتخب کیا اور یہاں کی مقامی بولیوں میں شمالی ہند کی زبان کے الفاظ ملا کر ایک ایسی زبان کا ہیولا تیار کیا جس سے اظہار کی مشکل حل ہو گئی ۔ لسانیت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اردو شاعروں اور نثر نگاروں نے ہندوستان کی رعایت سے اپنی زبان کو ہندی اور ہندوی بھی کہا ہے ۔ "بھوگ بل" کا مصنف پہلا شخص ہے جس نے اسے دکنی کا نام دیا۔

چونکہ ودربھ کے چار اضلاع (برار) ۱۳۴۸ء سے ۱۹۰۲ء تک براہِ راست دکن سے منسلک رہے ہیں۔ لہٰذا دکنی زبان و تہذیب سے ان کا متاثر ہونا یقینی تھا۔ بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد برار میں عماد شاہی سلطنت کی بنیاد پڑی اور یہ حکومت تقریباً سو سال تک قائم رہی۔ عماد شاہی دورِ حکومت ودربھ میں اردو کے فروغ کا زمانہ ہے اس عہد کی زبان فارسی اثرات سے محفوظ نہیں تھی لیکن علاقائی رنگ بھی پوری شد و مد کے ساتھ ابھر رہا تھا۔ ودربھ کا اولین شاعر خواجہ محمد دہدار فانی (۱۵۴۱ - ۱۶۰۷ء) خالص فارسی اثرات کا شاعر تھا۔ جبکہ ہندوی روایات کے نمائندے جانم اور جگت گرو تھے اور ہندوی روایات کے ساتھ فارسی اثرات کی نمائندگی عبدل اور شہباز حسین قادری نے کی۔

۱۵۴۳ء میں دو سندھی عالموں (شیخ قاسم اور شیخ طاہر) کی ایلچپور ضلع امراؤتی میں آمد اور سکونت سے بھی یہاں کی زبان اور ادب متاثر ہوئے۔ عہد قطب شاہی کے دوران اردو ایک مشترک زبان کی حیثیت سے ساری بہمنی سلطنت میں پھیل چکی تھی۔ ابراہیم قطب شاہ کے دور میں علم و ادب کا خوب چرچا ہوا۔ محمد قطب شاہ نے بھی انھی روایات کی پاس داری کی۔ اس دور میں برار سے تعلق رکھنے والے شاعر سید بلاقی نے "معراج نامہ" ۱۶۳۵ء میں مکمل کیا۔ ۱۶۸۰ء تک دکنی روایات کا خاتمہ ہو چلا تھا اور زبان نئی تشکیل کے دور سے گذرتی ہوئی ریختہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ولی دکنی ۱۶۸۸ء تا ۱۷۴۴ء نے شمال کی زبان کو دکنی روایات سے ملا دیا تھا۔ شعرائے برار میں انکے معاصرین آقا محمد امین وفا ایلچپوری (۱۶۹۸ء) شیخ غلام مصطفےٰ انسان ایلچپور (ف ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء) محمد شاہ معظم خاں محرم (ف ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ء) اور ابوالحسن رسا بالاپوری تھے۔

علاقۂ دکن میں مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد نظام الملک آصف جاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ اس وقت مراٹھے بھی نمایاں ہو چلے تھے چنانچہ برار کی اردو پر مراٹھی کے اثرات مرتب ہونے لگے تھے۔ اس دور کے اہم شاعر

شاہ غلام حسین ایلچپوری (۱۷۲۰ تا ۱۷۹۶ء) ہیں۔ ان کی زبان پر دکنی رنگ غالب ہے لیکن ان کی مثنوی "اودھو نامہ" کا موضوع اور زبان قابل غور ہے۔ شاہ حسین ایلچپوری کے شعری سرمائے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شمالی ہند کے اثرات دکن کی بہ نسبت برار پر زیادہ مضبوطی سے مرتب ہوئے۔ شاہ غلام حسین ایلچپوری کی بعض نظمیں ہندی افکار اور طریقۂ اظہار کی آئینہ دار ہیں اس طرح یہ سلسلہ نواب نامدار خاں یعنی جرنیل (ف۔ ۱۸۴۴ء) اور ان کے ہم عصر شعراء نیز ناقص، فیض اور نفیس سے ہوتا ہوا۔ صوفی سید امجد حسین خطیب ایلچپوری (۱۸۳۲ء تا ۱۹۰۵ء) تک پہنچتا ہے۔ اس وقت تک فورٹ ولیم کالج اور سرسید تحریک کے تہذیبی۔ علمی۔ ادبی اور لسانی اثرات نے پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ چنانچہ علاقہ برار اور ودربھ کے اضلاع بھی متاثر ہوئے۔

انیسویں صدی کے وسط و آخر میں ودربھ کے بعض دیدہ وروں نے اپنی زبان علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کی تاریخ تذکروں کی صورت میں مرتب کردی ہے۔ ان تصانیف میں تاریخ امجدیہ تذکرہ شعرائے دکن، تذکرہ محبوب التواریخ، تذکرہ اولیائے دکن مراۃ ابرار اور بعض دیگر مصنفین کی کتابوں مثلاً دکن میں اردو (نصیر الدین ہاشمی) دکنی ادب کی مختصر تاریخ (محی الدین قادری زور) تاریخ ادب اردو (جمیل جالبی) کے مطالعے سے ودربھ میں اردو زبان و ادب کے آغاز و ارتقا کا حال آشکار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی تاریخ برار کے عنوان سے کم از کم چھ قلمی نسخے محفوظ ہیں جن کی اشاعت سے برار کی ادبی تاریخ اردو دنیا کو متحیر کردیگی اور اردو زبان و ادب کی تاریخ میں چند ناگزیر ترمیمات کا باعث بھی ٹھہریگی۔

فیض انصاری مدیر خیال کامٹی نے "سی پی کے موتی" کے عنوان سے ایک گرانقدر تصنیف تیار کی۔ انھوں نے وسط ہند میں اردو کا اول تا حال تاریخی جائزہ لیتے ہوئے صوبۂ متوسط و برار کے شعراء کا تذکرہ ترتیب دیا تھا۔ یہ تالیف چار ابواب پر مشتمل تھی "پہلا باب جائزہ تاریخ زبان اردو کا حامل ہے۔ تو دوسرا باب سی پی کے قدیم شعرائے اردو کو قابلِ فخر امتیازی حیثیت سے پہلی بار اجتماعی طور پر متعارف کراتا ہے جو عہد فرنگ کے استبدادی دور میں گمنامی کے غار میں جا چھپے تھے۔ چوتھا باب ۲۵ سالہ ارتقائی عہد زریں

پیش کرتا ہے۔ جس میں گونڈوانے کی سنگلاخ زمین نے سدا بہار پھولوں سے ادب کی سونی سیج کو گلستاں بنا دیا"۔ ؎۱ افسوس کہ برسوں کے مطالعے اور کدوکاوش سے تیار کی گئی یہ تصنیف شائع نہیں ہوسکی ورنہ ودربھ کی اردو ادبی تاریخ کے بہت سے پوشیدہ پہلو نمایاں ہوجاتے۔

ودربھ کی بدنصیبی یہ رہی ہے کہ وہ ہمیشہ مفید مطلب پریسوں سے محروم رہا۔ کتابت وطباعت کے مسائل کے سبب بھی یہاں کا بیشتر ادبی اثاثہ غارت ہوا ہے۔ موجودہ حالات میں کچھ اچھی صورت نکل آئی ہے چنانچہ ناگپور اور آکولہ سے پچھلے چار پانچ برسوں میں چند اچھی کتابیں شائع ہوگئیں۔ ہرچند کہ ان مطبوعات میں مختلف ادبی انجمنوں کے مجلّوں اور شعری مجموعوں کی تعداد زیادہ رہی پھر بھی کم از کم عصری تخلیقات کے تحفظ کا سامان ہوگیا ہے۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی نے بڑا کام کیا اکثر شہروں میں مرکز کتابت قائم کروا دیئے۔ ان مراکز میں دیانت دارانہ کام ہوتا رہا تو جلد ہی ودربھ میں کاتبوں کی کمی کی شکایت رفع ہوجائے گی لیکن ناگپور کے چند ہی پریس پورے علاقے کی طباعت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ آکولہ میں عباسی پریس، نیشنل پریس اور گلشن اردو پریس صرف تین مطابع موجود ہیں۔ جبکہ امراوتی، بلڈانہ، ایوت محل، بھنڈارہ، چاندہ اور وردھا میں اردو طباعت کا معقول انتظام ہی نہیں ہے۔

ودربھ کے آٹھوں اضلاع میں آکولہ اور ناگپور اردو آبادی کے تناسب سے بڑے شہروں میں گنے جاتے ہیں۔ اردو کی پرائمری، ثانوی اور اعلیٰ مدارس کی درس گاہوں کی تعداد بھی انہیں دو شہروں میں زیادہ ہے۔

امراوتی جو عہد قدیم میں نازش برار کی حیثیت رکھتا تھا اب اپنی امتیازی شان کھو چلا ہے اگرچہ یہاں بھی اردو تعلیم و تدریس کا معقول انتظام ہے اور اعلیٰ تعلیم

؎۱ طور رخشاں مرتب طرفہ قریشی بھنڈاروی مطبوعہ ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۷۵

کے لئے ودربھ مہا ودیالیہ جیسا عظیم الشان گورنمنٹ کالج اور ٹیچرس ٹریننگ اسکول بھی یہاں موجود ہے پھر بھی ضلع امراؤتی اردو تخلیق، تنقید، تحقیق، صحافت اور تعلیمی معیار میں آکولہ اور ناگپور کی ہمسری نہیں کر پا رہا ہے۔ یہاں موجود بزرگان علم و ادب کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔

ودربھ میں ناگپور ڈویژن کے اضلاع بھنڈارہ چندرپور اور وردھا کی بہ نسبت امراؤتی ڈویژن کے سبھی ضلعوں میں اردو مدارس کا جال بچھا ہوا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے دیہات میں اردو کی پرائمری اور ثانوی مدارج کی تعلیم و تدریس کا اچھا انتظام ہو گیا ہے۔ ناگپور ڈویژن کے اردو دوستوں کو سبق لینا چاہیئے کہ ابھی تک ساؤنیر، کھاپر کھیڑا، کنہان، کامٹی کالری، رام ٹیک، بیل تورا اور اس طرح کی بچاسوں بستیوں میں اردو کے پرائمری مڈل اور ہائی اسکول قائم نہیں ہو پائے ہیں۔ باقی ماندہ اضلاع میں بھی اردو تعلیم کے فروغ کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔

ضلع بھنڈارہ اردو میں تعلیمی لحاظ سے بہت ہی مفلس ہے ورنہ ایک زمانہ تھا کہ اس شہر کے غیر مسلم بھی اردو کے صاحبِ دیوان شاعر ہوا کرتے تھے۔ اور آج عالم یہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی اپنی مادری زبان اور تہذیبی میراث کے تحفظ کا کوئی خیال نہیں ہے۔ بھنڈارہ میں ہندو اور مسلمانوں کے اشتراک اور باہمی میل جول کو دیکھتے ہوئے اردو زبان و ادب کی ترقی و توسیع کے امکانات روشن نظر آتے ہیں جس طرح ناگپور میں کچھ فعال ادارے اردو اسٹڈی سرکل اور حلقۂ احباب غیر اردو دانوں کو اردو سکھانے کا لائق تحسین فریضہ انجام دے رہے ہیں اسی طرح یہ کام بھنڈارہ ضلع میں بھی بہ حسن و خوبی انجام پاسکتا ہے ساتھ ہی تعلیم بالغاں کی اسکیم کے تحت بھی اردو کے شبانہ مدارس کے اجراء و قیام کی صورت نکل سکتی ہے۔ کاش ضلع کی اردو دوست اور ادب نواز ہستیاں اس طرف بھی متوجہ ہوں۔

آج مہاراشٹر میں اردو تعلیم و تدریس کی جیسی سہولتیں میسر ہیں انھیں دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے اور فخر سے کہا جاسکتا ہے کہ اردو کی جیسی خدمات مہاراشٹر

سرکار نے کی ہے وہ دوسری ریاستوں سے ممکن نہیں ہو سکی ۔ دوسری سرکاری زبان کا قانونی امتیاز نہ ہونے کے باوجود اردو اس ریاست کی یقیناً دوسری بڑی اور اہم زبان ہے اور اسکی قومی اور ریاستی خدمات کے پیش نظر مہاراشٹر سرکار تساہل سے کام نہ لیتے ہوئے اردو زبان کو قانونی حیثیت سے سرفراز کرے تو یہ اس کے اپنے فروغ و ارتقاء کے لئے مناسب ہوگا ۔

اردو زبان نے اپنی وفاداری کا ثبوت تحریک آزادی کے وقت بھی دیا تھا اور آزادی کے بعد بھی اردو زبان ملک کی محسن سیاسی جماعت نیشنل کانگریس کے ساتھ وفادار رہی اور مہاراشٹر میں شریمتی اندرا گاندھی کی قیادت کی فتح میں اس زبان کا نہایت اہم اور موثر رول رہا اور اب مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ جناب بابا صاحب بھونسلے کے عہد میں بھی اردو زبان ریاست مہاراشٹر کے رنگ رنگ عوام کے مزاج کو سیکولر بنانے میں اہم رول ادا کر رہی ہے ۔

سادھو سنتوں، درویشوں، فقیروں اور ولیوں کی سرزمین ۔ مہاراشٹر ۔ اور خصوصاً علاقہ ودربھ ہمیشہ لسانی لحاظ سے کثرت میں وحدت کی جلوہ گاہ بنا رہا ہے شاہ دولہا رحمٰن غازی کا عرس اور میلے، بہرم، رام ٹیک، پنڈھرپور، لوناز اور ریت پور کی جاترائیں، مہاپور کا نوراتری اتسو، تاج آباد ناگپور، ٹیلانی اور مور پھاٹا وغیرہ مقامات اعراس، گاڑگے مہاراج، گجانن مہاراج، سائیں بابا اور دیگر سنتوں کے مراکز، قومی تقریبات نیز دیوالی، عیدین، ہولی، گنیش اتسو، محرم، دسہرہ، پولا اور دیگر تہواروں کے میلوں ٹھیلوں میں ہر مذہب اور ذات کے لوگ باہمی میل جول کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہیں اور اسی اتحاد کے باعث مہاراشٹر میں بالعموم اور ودربھ میں بالخصوص مراٹھی اور اردو زبانیں ایک دوسرے کی رفیق ہیں اور ایک دوجے کا اثر قبول کر رہی ہیں ۔

آج مراٹھی طبقے میں اردو غزلوں کی بے پناہ مقبولیت نے اسے اردو خوانی اور اردو آموزی کی طرف مائل کر لیا ہے ۔ چنانچہ ناگپور میں دونوں زبانوں کے جانکار مل جل کر ایک "غزل ڈکشنری" تیار کر رہے ہیں جس میں روایتی، ترقی پسند اور جدید اردو غزل

کی مخصوص اصطلاحیں، علائم، استعارات، مذہبی اشارے اور تلمیحات وغیرہ کی تعبیر و توضیح مراٹھی اور انگریزی زبانوں میں کی جا رہی ہے۔

اسی طرح مراٹھی کے تخلیق کار، نقاد اور محققوں نے بھی اردو ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا ہے۔ سیتو مادھو راؤ پاگڑی۔ وِدیا دھر گوکھلے اور شری پاد جوشی مراٹھی کے بلند پایہ صحافی اور ادیب ہیں اور ایک مدت سے اردو کے کلاسیکی ادب کو مراٹھی زبان میں منتقل کرتے آ رہے ہیں۔ پچھلے دس برسوں میں (۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۰ء تک) نوجوان ادیبوں نے بھی اردو تخلیقات کا مراٹھی اور مراٹھی تخلیقات کا اردو میں ترجمہ کیا ہے
कथा एका
دو سال ہوئے کہ اندومتی شیوڑے نے غالب کی زندگی پر ایک شاندار ناول شायरा-ची تحریر کیا جس کی پذیرائی مہاراشٹر اردو اکاڈمی نے بھی کی۔

جس طرح مراٹھی میں اردو تخلیقات کے ترجمے ہو رہے ہیں اسی طرح اردو بھی اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ بدیع الزماں خاور نے مراٹھی شاعری کے کلاسیک کو منظوم اردو ترجمے کا خوب صورت پیرہن دیا۔ نور پرکار نے مراٹھی افسانوں کے تراجم کی ابتدا کی اور یونس اگاسکر نے "مراٹھی ادب کا مطالعہ" نیز صادق نے "نئی مراٹھی شاعری" کتابیں پیش کیں۔

اردو اور مراٹھی زبانوں کا یہ میل جول آج کا نہیں بہت پرانا ہے۔ پیشواؤں کے زمانے میں مراٹھی زبان نے درباری زبان فارسی کے اثر سے بہت سی اصطلاحات قبول کیں اور روزمرہ کی بول چال میں بے شمار فارسی الفاظ کے استعمال کو روا رکھا لیکن جیسے جیسے لسانی عصبیت بیدار ہوتی گئی۔ اور لسانی بنیاد پر ریاستوں کی شناخت قائم ہونے لگی (۱۹۵۶ء) تو مراٹھی بھی ذرا ٹھٹھک گئی۔ یعنی ہندی کی طرح مراٹھی میں بھی بدیسی یا غیر لفظوں سے پرہیز کیا جانے لگا۔ لیکن اہل زبان جانتے ہیں کہ ہر زندہ زبان دوسری زبانوں سے متاثر ہوتی ہے اور اپنے ذخیرۂ الفاظ میں برابر اضافہ کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح مراٹھی نے بھی ایک زندہ زبان ہونے کا ثبوت دیا ہر چند کہ آزادیٔ وطن کے بعد مراٹھی میں اردو یا فارسی کے لفظوں کا دخل زیادہ نہیں رہا لیکن مراٹھی زبان اردو ادب کی عظمتوں کا اعتراف کرتی رہی اور اس نے بڑی فراخ دلی سے اردو ادب کے بیشتر سرمائے کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔

یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ چنانچہ جن تحریکات و رجحانات سے اردو ادب متاثر ہوا۔ ان تحریکات و رجحانات کی گونج مراٹھی ادب میں بھی سنائی دیتی ہے۔ نئے اردو ادب نے اصنافِ ادب میں ہیت و مواد کے جو برے بھلے تجربے کئے وہ نئے مراٹھی ادب میں بھی نظر آتے ہیں۔ خیر اسے تو عالمی ادب یا ادب کے عالمی تاثر سے منسوب کر سکتے ہیں لیکن مراٹھی کا اردو غزل کو اس کے اپنے فارم میں قبول کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مراٹھی اور اردو زبان ایک دوسرے کے مدِ مقابل نہیں بلکہ دوست ہیں۔

آج بھی مہاراشٹر کے اردو عوام کی زبان پر خصوصاً بمبئی اور مرٹھواڑہ کی آبادیوں میں مراٹھی کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہی اثر امراوتی اور ناگپور ڈویژن کی اردو آبادی کی عام بول چال پر بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔

ودربھ کی اردو پر دکنی رنگ بھی اپنی جھلک دکھاتا ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ شمالی ہند کے اثرات سے رچا ہوا ہے۔ ودربھ کی اردو زبان پر یہ دو طرفہ اثرات اس لئے مرتب ہوئے کہ عہدِ قدیم میں ودربھ کے چار اضلاع امراوتی، بلڈانہ، آکولہ اور ایوتمحل دکنی عملداری سے منسلک رہے اور برار کا علاقہ دہلی اور دکن کے مابین گزرگاہ بنا رہا۔ سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد جنوب کے بہت سے مسلمانوں کی ہجرت نے بھی یہاں کی بول چال کو متاثر کیا۔

اسی طرح ۱۸۵۷ء کی تباہی میں لٹے پٹے شمالی ہند کے خاندانوں کی آمد سے ناگپور ڈویژن کے شہروں کی بول چال متاثر ہوئی۔ یہ آمیزہ آزادیٔ وطن کے بعد اور چوکھا ہو گیا۔ کیونکہ اب اس علاقہ کے ہر شہر میں جنوبی اور شمالی ہند کی زبانوں کے اثرات سے ایک نئی بول چال پیدا ہوئی جس کی جھلک آج بھی یہاں کے بعض شہروں کی عوامی بولی اور عام اردو زبان میں نمایاں ہے۔ اسے مہاتما گاندھی کی "ہندستانی زبان" کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔

غرض یہ کہ ودربھ مختلف انقلابات کے تحت اپنی اردو زبان کو عوامی رابطہ کے لئے آسان اور موثر بناتا چلا گیا اور یہی وجہ ہے کہ ریاستی زبان مراٹھی کے بعد پورے

مہاراشٹر کی دوسری بڑی، اہم اور رابطے کی زبان اردو ہی قرار پاتی ہے اور اسی بنیاد پر اُسے دوسری ریاستی زبان کا قانونی درجہ دیا جانا چاہیئے۔

اس سلسلے میں اردو عوام کو بھی تھوڑی سی جدوجہد اور قربانی کرنی ہوگی جس کا اظہار مشہور ماہر تعلیم فاطمہ انیس صاحبہ نے بزم غالب کے سیمینار میں کیا کہ مردم شماری کے وقت ہمیں چھوٹے موٹے دیہاتوں میں جا جا کر اردو عوام کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ اور انھیں مادری زبان کے خانے میں "اردو" لکھانے اور متعلقہ ورکروں کو "اردو" لکھنے پر زور دینا چاہیے۔

علاوہ ازیں فاطمہ انیس صاحبہ نے کچھ اور مفید تجاویز بھی پیش کیں جن پر مہاراشٹر اور دیگر ریاستوں کے اردو عوام کی خصوصی توجہ درکار ہے۔

۱۔ مالیگاؤں یا بھیونڈی جیسے علاقوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی تعداد ۶۰ فی صد سے زاید ہے۔ عوامی سرمایہ سے ایک "اشاعت گھر" قائم کیا جائے جو جدید سائنسی، ٹیکنیکی اور ملکی و بین الاقوامی زبانوں میں شائع شدہ مفید مضامین کے تراجم اردو میں شائع کرے۔

۲۔ اردو اخبارات و رسائل کو بانٹ کر پڑھنے کی بجائے خرید کر پڑھنے کی تبلیغ کی جائے تاکہ ہمارے اخبارات مشتہرین اور حکومت کے رحم و کرم پر رہنے کی بجائے خریداروں کی طاقت پر کھڑے رہ کر بہترین و قابلِ قدر مضامین، خبریں اور فیچرس مہیا کر سکیں۔

۳۔ پیشہ ورانہ تعلیم کی کتابوں کے اردو تراجم شائع کروائے جائیں۔ تاکہ ہمارے طلبا بہ آسانی مادری زبان میں ان پیشوں کی ٹریننگ حاصل کر سکیں۔

۴۔ اردو میں تعلیم سے متعلق تمام "تعلیمی لوازمات" تیار کرنے کے کام کو شروع کیا جائے

۵۔ نئی نسلوں کو قدیم لسانی و سماجی ورثہ سے واقف کروانے کے لئے چھوٹی سستی کتابوں کی اشاعت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۶۔ غیر اردو داں افراد کو اردو سکھانے کے لئے نئے اور جدید طریقوں پر مشتمل نصاب ترتیب دیا جائے۔

اگر ان تجاویز پر واقعی عمل شروع ہوگیا تو ودربھ میں اردو آبادی کا تناسب بڑھ سکتا ہے۔ اور ان کی زبان روزی روٹی کا وسیلہ بھی بن سکتی ہے۔ انھی تجاویز پر عمل کرنے سے اردو کو قانونی درجہ ملنے کے کھلے امکانات بھی پیدا ہوتے ہیں اور قانونی حیثیت پا لینے کے بعد اردو سے پڑھے ہوئے بہت سے بے کاروں کی سرکاری دفاتر میں کھپت بھی ہو سکتی ہے۔ خصوصاً میونسپل آفسوں، ریلوے دفاتر، ڈاک خانوں اور دیگر عوامی رابطے کے دفاتر میں اردو مترجمین کی خاصی اسامیاں نکل آئیں گی۔ لہٰذا محبانِ اردو کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کے فروغ و ارتقا کے لئے ہر ممکن جدوجہد، عمل اور ایثار سے کام لیں۔

سمت و رفتار

ودربھ کے قلمی نسخے، مخطوطات اور مطبوعات کی فہرست دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس علاقے میں تاریخ نویسی، تذکرہ نگاری اور شعر و شاعری سب سے آگے رہی۔ اصنافِ نثر میں، ناول نویسی اور افسانہ نگاری کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ اسی طرح کوئی قابل ذکر نقاد بھی ودربھ کی سرزمین سے نہیں اٹھ سکا۔

آزادیٔ ہند سے پہلے تک پورا ودربھ روایتی ادب کا اسیر رہا اور روایتی اردو ادب کے طے شدہ خطوط پر سرگرمِ سفر رہا۔ غزلیہ شاعری، قومی شاعری اور مذہبی شاعری کے باب میں ہمارے بزرگ شاعروں نے اپنی فکرِ سخن اور زورِ قلم کو پابند کر رکھا تھا۔ مضامینِ شعر میں وہی احتیاط اور وہی حصار دکھائی دیتے ہیں جو کلاسیکل اردو شاعری کی بنیاد ہیں۔

یہاں کی شاعری اور اکثر نثری تحریریں بین المذاہب اتحاد و اتفاق جگاتی نظر آتی ہیں۔ انسانی قدروں، اخلاقی ضابطوں، بھائی چارگی، اخوت، ہم آہنگی، مساوات خلوص، دوستی، رفاقت اور ایسے ہی دوسرے اوصافِ حمیدہ کی بازیافت کے لئے ودربھ کے شاعروں نے بہت کچھ لکھا اس طرح ودربھ کے شاعر اپنی ہندوستانیت اور حب الوطنی کا ثبوت پیش کرتے رہے۔

قدیم تخلیقات و تصنیفات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ودربھ میں اردو زبان اور اردو قلم کار ہمیشہ قومی دھارے کے ساتھ رہے ہیں اس مقصدی ادب کے باعث ودربھ کا اردو ادب، ادبی اقدار کے معیار و میزان پر پورا نہیں اترتا لیکن چند ایسے فنکار بھی اس سرزمین سے اٹھے ہیں جن کی عظیم ادبی حیثیت سے انکار ناممکن ہے۔

بہت پرانے ناموں کا ذکر نہ بھی کروں تو پچھلے پچاس برسوں میں مولانا سید ابوالحسن ناطق گلاؤٹھوی کی اکیلی شخصیت ہی ودربھ کے ادبی عزّ و وقار کی ضمانت کے لئے کافی ہوگی۔ ان

کے ہم عصروں نے بھی انھیں کی طرح ادبی معرکے سر کیے۔ لیکن نشر و اشاعت کی محرومی نقادوں کی بے مہری اور کچھ کمتری کے احساس نے یہاں کے قلم کاروں کو مشہور نہیں ہونے دیا اس کا ثبوت پاکستان جانے والے قلم کاروں کی موجودہ ادبی حیثیت کو دیکھ کر بھی فراہم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی تنقیدی بصیرت، منظور حسین شور، خورشید بیگم خورشید اور نگار صہبائی کی شعری قدر و منزلت اور شائستہ اکرام کی افسانہ نویسی نے وہاں جو مقام و مرتبہ حاصل کیا ہے وہ دربھ میں رہ کر ممکن نہ تھا۔

آج بھی مدحت الاختر، شاہد کبیر، سید صفدر، سید یونس اور دوسرے جدید شاعروں کو وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اب افسانہ نگاری میں بھی کچھ نام چمکنے لگے ہیں۔ اگر م۔ ناگ کے افسانے باقاعدہ شائع ہونے لگیں تو دربھ کو ایک بڑے افسانہ نگار کا قلم اپنا قائل کر لے گا۔

ڈاکٹر زرینہ ثانی نے اپنی تنقیدی و تحقیقی تصانیف سے اپنی پہچان بنائی ہے۔ ڈاکٹر ضیاءالدین دیسائی صاحب کے علمی مضامین اور تصانیف نے انھیں علمی حلقوں میں ممتاز مقام پر لا بٹھایا ہے۔ قدیم سے قدیم کتبات و مخطوطات خوانی میں ڈاکٹر دیسائی صاحب کو ملکہ حاصل ہے۔ آثارِ قدیمہ سے متعلق ان کی کتب اور مضامین انھیں اپنے شعبۂ علم کا لاثانی دیدہ ور ٹھہراتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر ضیاءالدین دیسائی کی تصنیفات حسبِ ذیل ہیں۔

(1) Life and woks of Faidi 1961

(2) Mosques of India - 1967-& 71

ہندوستان کی مسجدیں (مترجم مالک رام)

(3) Indo Islamic Architecture. 1971

(4) Centre of Islamic learning in India - 1979

(5) Published Muslim Inscriptions of Rajasthan. 1971

ڈاکٹر منشاء الرحمن خاں منشاء کم دبیش آٹھ شعری مجموعوں کے مصنف ہیں انھوں نے میر ممنون کا دیوان بھی ایک مبسوط مقدمے کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ ڈاکٹر منشاء جس نوع کی شاعری کرتے ہیں اس رنگ کے بہت ہی مشہور شاعروں میں وہ گنے جاتے ہیں اور اسی شاعرانہ مرتبے کے باعث حکومت ہند کی جانب سے منعقد ہونے والے لال قلعے کے سالانہ مشاعرے میں آپ کو مدعو کیا جا چکا ہے۔

غرض وردبھ کے بہت سے فنکاروں نے اب ادبی دنیا سے اپنا لوہا منوالیا ہے اور بہت سے فنکار قعرِ گمنامی میں دفن ہو گئے۔ آزادی کے بعد ۱۹۶۰ء تک کی نسل نے مشاعرے کے ماحول سے ملک گیر شہرت حاصل کی۔ ان دنوں اس ماحول میں "گوبھی کے پھول" کا شاعر ناظم انصاری بہت معروف ہے۔

۱۹۶۰ء کے بعد نئی حسیت سے رچے ہوئے فنکاروں نے ادبی حلقوں کو متاثر کیا۔ ۱۹۶۸ء میں شاہد کبیر، مدحت الاختر اور عبدالرحیم نشتر کے اشتراک سے جدید اردو غزل کا انتخاب "چاروں اور" کے نام سے شائع ہوا۔ ہند و پاک میں یہ پہلا مجموعہ تھا جس نے نئی اردو غزل کے مزاج اور تخلیقی رچاؤ کی شناخت قائم کی۔ ودربھ سے ہند و پاک کی نئی اردو غزل کا دوسرا انتخاب "ارتکاز" کے نام سے عبدالرحیم نشتر نے شائع کیا۔ ودربھ کے جدید طرزِ فکر کے شاعروں میں سب سے پہلا مجموعہ کلام "اعراف" کے نام سے ماہنامہ تحریک دہلی کے اشاعتی ادارے کی طرف سے ستمبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔ ودربھ میں افسانوی رپورتاژ کی پہلی کتاب "بھوپال ایک خواب" دسمبر ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ ودربھ کے اردو افسانے کی پچاس سالہ تاریخ کا جائزہ اور موجودہ دور کے نوجوان افسانہ نگاروں کی منی کہانیوں کا اولین تنقیدی مطالعہ وانتخاب "نور نژاد ــ ودربھ میں اردو افسانہ" کے نام سے دسمبر ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ یہ تینوں تصنیفات عبدالرحیم نشتر کی تھیں ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۱ء کے دوران کچھ اور قابل ذکر کتب ہیں "مٹی کا مکان، ثبات، منافقوں میں روز وشب، سیماب کی نظمیہ شاعری ـ دیوان ناطق ـ بیان میرٹھی (حیات وشاعری)،

مطالعہ میر ممنون، نصف النہار، سوکھے پیڑ کا درد، انشاء کا ترکی روزنامچہ، گوبھی کے پھول (ناگپور میں مزاحیہ شاعری کا پہلا مجموعۂ کلام) ایلچ پور کے چند قدیم شعرا، بلا عنوان (ودربھ میں مزاحیہ مضامین اور افسانوں کا پہلا مجموعہ) طلسم غزل، بوڑھا درخت، صفدر آہ - بہ حیثیت شاعر، نئی اردو شاعری، رہنمائے اردو تعلیم، طلسم الفاظ - کفِ افسوس، اوراقِ مصور اور دیگر اہم مطبوعات سامنے آئیں ان گیارہ برسوں میں صحافت بجھی بجھی سی رہی - فیروز ایجوکیشنل ٹائمز، رقیب، نقوش، دھوپ چھاؤں، زیروزبر وغیرہ اخبار و رسائل، حسرت توان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے کی تصویر بن گئے -

لکھنے والوں کی تازہ ترین ٹیم بھی اپنی صلاحیتوں کا اعتراف کروا رہی ہے - مقامی لحاظ سے ودربھ کے فنکاروں کا مرتبہ بلند ہی سہی لیکن بہت کم فنکاروں کی تحریریں موقر و معیاری رسائل میں شائع ہوتی ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ ادبی گروہ بازیاں اور گروپ بندیاں ہیں اور یہی آزار ودربھ کے فنکاروں میں بھی سرایت کر چکا ہے

۱۹۴۷ء میں طرفہ قریشی بھنڈاروی مرحوم نے شکایت کی تھی ــــ "ادب اور زبان کے معاملے میں ہندوستانیوں کی ذہنیت پر صوبائی تعصب اور انانیت کا سودا ہمیشہ سوار رہا ہے. ہر صوبے کے افراد کو اہل زبان ہونے کا دعویٰ ہے - دلی اور لکھنؤ کی روایاتِ کہنہ کو چھوڑیے پنجاب، بنگال اور بمبئی بھی اب اپنی زباں دانی کی سندیں پیش کرنے لگے ہیں اور ہر صوبہ ادب و زبان کے معاملے میں ایک دوسرے کا ممد و معاون ہے لیکن صوبۂ متوسط ہی ایک ایسا صوبہ ہے جسے اب تک کسی صوبے نے نہیں اپنایا ــــ" ص۱

دوسرے صوبے والوں سے شکایت کرنے سے کہیں بہتر تھا کہ ودربھ کے بزرگ فنکار نوواردوں کی ہمت افزائی کرتے - لیکن ودربھ کی گزشتہ تیس چالیس برسوں کی ادبی صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بھی آپس ہی میں ادبی دربار بانٹی ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ داغ کے نورتنوں میں اپنی زبان کی عمدگی فصاحت و بلاغت کی چاشنی اور مضمون آفرینی بس بےمثال اخلاقی جوت رکھنے والے شاعر ناطق گلاوٹھوی کو بھی ودربھ کے ادبی حلقوں نے بھلا دیا اور رحمید ناگپوری جیسا باکمال شاعر بھی حرفِ خاموش بن بیٹھا

ص۱ طورِ رخشاں از طرفہ قریشی

شمالی ہند میں اوراقِ پارینہ کی از سرِ نو دریافت، ترتیب و تدوین اور اشاعت کا سلسلہ جاری ہے اور وہاں کے محقق و نقاد انھیں ہر جہت سے زندہ کر رہے ہیں لیکن سی۔ پی، برار اور ودربھ کے بجھے ہوئے چراغوں کو کوئی روشن نہیں کرنا چاہتا۔ کبھی کبھی کوئی شاعر تڑپ اٹھتا ہے تو حضرتِ طرفہ قریشی کی طرح محوِ فغاں ہو جاتا ہے "افسوس ہے سی پی و برار کے ان سرمایہ داروں پر جو علم و ادب کا صحیح مذاق رکھنے کے باوجود بھی صوبے کے غریب ادبا کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی نہیں فرماتے اور نہ ہی اپنے لئے کوئی صحیح راہ اختیار کرتے ہیں۔ اگر سی پی و برار کا سرمایہ دار طبقہ زبان و ادب کی خدمت اور کتابت و طباعت، صحافت و اشاعت اور ان کی احیاء و بقا کا ذمہ دار بن جائے اور ہر سال اپنے پسندیدہ ادیب یا شاعر ہی کا ایک ایک مجموعہ شائع کر دیا کرے تو میں وثوق سے کہتا ہوں کہ بڑی حد تک صوبے کے غریب ادبا و شعرا کی توسیعی فلاکت و محتاجی دور ہو سکتی ہے اور بہت جلد ہی یہ صوبہ اور اس صوبے کے باکمال انشا پرداز گمنامی کے غار سے نکل کر رزم گاہِ صحافت میں سینہ سپر ہو سکتے ہیں"[١]

لیکن ــــ کون سنتا ہے فغانِ درویش؟ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۱ء تک ۳۴ سال کے عرصے میں طورِ افشاں کے بعد پچیسوں کتابیں شائع تو ہوئیں لیکن اکثر کتابوں کے اڈیشن یا تو مصنف کے گھر کی دیمک چاٹ گئی یا پھر ان سے دواؤں کی دوکان کے لفافے بن گئے ــــ؟

علاقائی سرمایہ داروں، صاحبانِ ذوق یا ادب نوازوں کا کسی مجموعے کی اشاعت میں تعاون تو الگ رہا وہ اسے خرید کر پڑھنے تک کے لئے بھی تیار نہ ہوئے مولانا ناطق کا دیوان جسے چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک جانا چاہیئے تھا۔ اب بھی مرتب کے گھر میں رکھا ہوا ہے "موت و حیات" حضرت شاطر حکیمی کامٹوی کا اولین مجموعۂ کلام ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا اور ابھی تک اس کا پہلا اڈیشن فروخت ہو رہا ہے اور نئے مجموعہ کلام کے لئے کوئی ناشر تیار نہیں۔ قادر نیازی کے افسانے ان کی حیات میں "باغی افسانہ نگار" کے ٹائٹل کے ساتھ شائع ہوئے لیکن وہ اپنی زندگی میں اپنا پہلا

[١] طورِ درخشاں از طرفہ قریشی

مجموعہ تک نہیں دیکھ پائے ۔ یہ سنگین صورت حال زیادہ تر روایتی شعر و ادب کے فن کاروں کو ہی درپیش رہی اگرچہ بعض نئے فنکار بھی اس مسئلہ سے دوچار رہے ہیں لیکن مہاراشٹرا اردو اکیڈیمی نے کتابوں کی اشاعت کے لئے مالی تعاون دینا شروع کیا تو کچھ اچھی کتابیں منظرِ عام پر آگئیں ۔

ودربھ میں اردو کی معیاری تصانیف کا سلسلہ اب بھی تشنہ ہے اگر ودربھ کے اردو باشندے اپنے علاقائی ادب کی ترویج و اشاعت اور اسی میں خود حصہ لیں ورنہ سوز و گداز، گلستانِ معرفت، موت و حیات، سمن زار، حرف خاموش، طورِ رخشاں پہلی کرن، نصف النہار اور دیوانِ ناطق کی طرح ساری تصانیف گرد و غبار کا مقدر ہو جائیں گی یا پھر "تاریخ برار" "سی پی کے موتی" دیوانِ عادل، دیوانِ ظفر کلام پاگل، دیوانِ غازی اور برار کے بے شمار قابلِ ذکر فنکاروں کی بیاضوں، قلمی نسخوں اور مخطوطوں میں قید رہ کر جاں بحق ہو جائیں گی ۔

دورِ حاضر کے نوجوان اور جدید فنکار خوش بخت ہیں کہ ان کے انتخاب کلام اور تنقیدی مجموعے شائع ہوئے اور فروخت بھی ہوئے اور بعض تصانیف نے اکیڈمیوں سے انعام بھی پایا ۔ اس کے لئے ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں، عبدالستار فاروقی اور طرفہ قریشی بھنڈاروی کے علاوہ ڈاکٹر زرینہ ثانی، محمد عبدالحلیم، شاہد کبیر، محبوب راہی ڈاکٹر شرف الدین ساحل اور مدحت الاختر لائقِ مبارکباد ہیں ۔

بزرگوں میں عبدالستار فاروقی (ف ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء) اور حضرت طرفہ قریشی (ف ۷ جولائی ۱۹۸۱ء) وفات پا چکے ہیں ۔ لیکن منشاء الرحمٰن صاحب کی جولانیٔ طبع، فنکارانہ چابکدستی، شاعرانہ کمال، حسنِ بیان اور ندرتِ فکر کو دیکھتے ہوئے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موصوف ودربھ کے اردو ادب میں اپنی مایہ ناز تصانیف کا اضافہ فرمائیں گے اور سرکاری انعامات سے بھی سرفراز ہوں گے ۔ یہی توقع ظفر کلیم اور محبوب راہی سے بھی کی جا سکتی ہے ۔

ودربھ کے بیشتر نئے پرانے شاعروں، مزاح نگاروں، افسانہ نویسوں

اور تنقید و تحقیق لکھنے والوں کی تصانیف کے علاوہ بے شمار قلمی نسخے اور مخطوطے بھی محفوظ ہیں جن کی اشاعت سے سی پی برار اور ودربھ کے لسانی اور ادبی خط و خال روشن ہو جائیں گے ۔

مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف کی فہرست اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے ۔

مورخہ
۷ جنوری ۱۹۸۲ء

ڈاکٹر قمر رئیس صاحب فرماتے ہیں ۔

برادرم نشتر صاحب

آپ نے "ودربھ نامہ" کا بہت مفید اور معیاری سلسلہ شروع کیا ہے ۔ اب عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ اردو کے فروغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں صرف اردو اکیڈمیاں ہی کچھ کر سکتی ہیں، انفرادی کوششوں سے کچھ نہیں ہو سکتا ۔ آپ نے اسے غلط ثابت کر دکھایا ہے ۔ دونوں شمارے نہ صرف معلوماتی ہیں بلکہ قاری کو چونکا دیتے ہیں کہ اس دور افتادہ علاقہ میں اردو کے شیدائی اردو کے لیے کیا کچھ کر رہے ہیں ۔

مدحت الاختر اور آپ کے کلام سے تو میں آشنا تھا لیکن مصور کارنجوی صاحب کی شاعری سے پہلی بار روشناس ہوا ۔ ناگپور یونیورسٹی کے بارے میں بھی میرے وہم و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہاں اتنا تحقیقی کام ہو چکا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ فی الحال آپ "ودربھ نامہ" کو اپنے علاقہ کی ادبی سرگرمیوں تک ہی محدود رکھئیے ۔ آپ کی شاعری کے بارے میں محبوب راہی کا مضمون مختصر ہونے کے باوجود بھرپور ہے ۔

اس سلسلہ کو بہر صورت جاری رکھئیے

ودربھ کی نثری و شعری تصانیف

۱- خواجہ محمد دیدار فانی شیرازی

خواجہ محمد نام، فانی تخلص، وطن شیراز اور مولد قصبہ دیدار تھا۔ وہ عربی النسل تھے۔ ان کے والد محمد دیدار عبانی شہر جونیرہ سے شیراز منتقل ہو گئے تھے۔ فانی کی پیدائش ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۱ء کے قریب ہوئی۔ ۱۰۱۶ھ مطابق ۱۶۰۷ء میں سورت میں انتقال کیا۔ انکی عمر کا ایک طویل حصہ برار میں گزرا اس لحاظ سے وہ علاقہ برار کے اولین شاعر ٹھہرتے ہیں۔

فانی مختلف علوم و فنون میں دست گاہ رکھتے تھے۔ علوم عربیہ اور تصوف میں انھوں نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں تقریباً ۳۷ کتابوں کا اب تک پتا چلا ہے۔ وہ صاحب دیوان بھی تھے۔ لیکن ان کے دیوان کا کوئی نسخہ دست یاب نہیں ہوا۔ صرف چند متفرق اشعار اور رباعیات کچھ تذکروں میں درج ہیں۔

فانی فارسی کے جید عالم، خوش گو شاعر اور علوم متداولہ میں کامل دست گاہ رکھتے تھے۔ ید بیضا، محبوب الزمن، تذکرہ شعرائے دکن از صوفی عبدالجبار ملکاپوری، تاریخ ادب اردو علی گڑھ جلد اول ۱۹۶۲ء از ڈاکٹر نذیر احمد اور تاریخ ادب اردو جلد اول ۱۹۷۷ء از جمیل جالبی وغیرہ کتابوں میں فانی کا ذکر موجود ہے۔

۲- میرزا عطا بیگ ضیا برہانپوری مؤلف (خزاں و بہار)

مولوی عبدالجبار ملکاپوری نے تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم میں میرزا عطا بیگ نام اور خوش کلام خاں لقب لکھا ہے۔ مؤلف گل رعنا نے بھی ضیا تخلص

اور میرزا عطا نام لکھا ہے۔ آپ کا مولد قصبہ بوڈر ہے جو تعلقہ ملکاپور ضلع بلڈانہ سے تقریباً ۵ اکیلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۷ شوال المکرم ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء ہے۔

ضیا برہانپوری ذولسانی شاعر تھے۔ اردو میں سراج اورنگ آبادی اور فارسی میں میر غلام علی آزاد سے اصلاح لی۔ اردو اور فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ اردو میں دکنی رنگ نمایاں ہے۔ ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء میں وفات پائی۔ شہر برہان پور میں مدفون ہیں

۲۔ شاہ غلام حسین ایلچپوری مصنف "دیوانِ حسین"

آپ کی تاریخ پیدائش کا ذکر نہ تاریخِ امجدیہ میں ملتا ہے اور نہ ہی دوسرے تذکروں میں۔ البتہ "اشغال نامہ" کے مندرجہ ذیل شعر سے عمر کا اندازہ ہوتا ہے۔

برس تیرواں مجھ پہ جب ٹل گیا
میرے سیس کا وہ چھتر ڈھل گیا

تاریخِ امجدیہ میں شاہ حسین کا جو قطعۂ تاریخِ وفات درج ہے اس سے ۱۱۴۶ھ (۱۷۳۳ء) تاریخِ وفات نکلتی ہے۔ دیوانِ حسین کے صفحہ ۱۳۸ پر شاہ صاحب کی مہر لگی ہے۔ سن ۱۱۵۲ھ لکھا ہے۔ ان کا اسم مبارک اس مہر سے عیاں ہے دیوان ایک سو پچاس سال قبل تحریر کیا گیا ہے۔ لیکن تحریر دیدہ شناخی میں فرق نہیں پڑا ہے کلام اور حروف کی پختگی ان کی تحریر کی غمازی کرتی ہے۔ کاغذ دبیز اور جلد خوبصورت ہے۔ دیوانِ حسین خطیب لائبریری ایلچ پور میں محفوظ ہے۔

امجد حسین خطیب نے شاہ صاحب کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ بہ شمول دیوان شاہ صاحب کے تین قلمی نسخے بھی تھے۔ دیوانِ حسین بھی شاہ صاحب کا قلمی نسخہ ہے۔ آپ کی ایک مثنوی "جہاد الرحمٰن" کے نام سے ذکر کی گئی ہے جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔ دوسری مثنوی "جنگ نامہ اسمٰعیل خاں بہادر"

بھی نایاب ہے

لسانی اور معنوی اعتبار سے شاہ غلام حسین کی اہم نظموں میں ۱۔ ہندو مسلمان نامہ یا یک رنگ نامہ ۲۔ اشغال نامہ ۳۔ قلندر نامہ ۴۔ لگن نامہ ۵۔ جھولن نامہ ۶۔ سکھی نامہ ۷۔ اور دھونامہ اور منزل منزل سفرنامہ کا شمار ہوتا ہے۔

غلام حسین کی زبان پر دکنی رنگ غالب ہے اور ان کا زمانہ ولی کے بعد کا ہے۔ انھیں زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ بعض غزلوں میں روانی اور لطافتِ بیان بہت نمایاں ہے۔

۴۔ مرزا دین محمد بیگ کابلی اعزازؔ مصنف "اخلاقِ محمدی"

آپ کا آبائی وطن کابل تھا۔ تلاش معاش میں دہلی پہنچے۔ کچھ دنوں کے بعد لوٹ کر چلے آئے پھر حیدرآباد دکن کا رخ کیا یہیں اخلاق محمدی اور فتاویٰ نسائی تصنیف کیں۔ حیدرآباد سے برار آئے تو پہلے ملکاپور ضلع بلڈانہ میں مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ جب فارسی کی جگہ مراٹھی کو دفتری زبان قرار دیا گیا تو ان کا عہدہ بھی ختم ہوگیا۔ جامع مسجد ملکاپور کے بیرونی حجرے میں سکونت اختیار کی۔ یہاں ملکاپور کے قاضی خواجہ محمد صاحب ان کی خدمت و مہمان نوازی کرتے رہے۔ بعدازاں تین سال تک جلگاؤں میں تحصیل دار کی حیثیت سے کام کیا وہیں ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں ان کی وفات ہوئی۔

اعزازؔ نہایت خوش مزاج، خوش طبع اور ظریف و بذلہ سنج انسان تھے انھیں تصنیف وتالیف سے دلچسپی تھی۔ اخلاقِ محمدی اور فتاویٰ نسائی کے علاوہ ۱۔ شائستہ نامہ ۲۔ عجائب الکلمات ۳۔ مراۃ الخصائل اور ۴۔ غیر مرتب دیوان آپ کی وقیع تصانیف تھیں۔ افسوس کہ یہ علمی سرمایہ ۱۹۰۸ء کی موسیٰ ندی کی طغیانی میں ضائع ہوگیا۔

۵۔ شاہ عبدالرحمٰن قادری مصنف باغِ حسینی

شاہ صاحب نے امام حسینؑ کے حالات زندگی پر ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں سولہ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی لکھی۔ یہ دکن کی آخری طویل مثنوی ہے جو سادہ اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں قادری نے شہر بیجاپور کا بڑا درد ناک مرثیہ لکھا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی کی دکن میں اردو اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی تصنیف دکنی ادب کی تاریخ سے شاہ عبدالرحمٰن قادری کے حالات اور تصانیف کا پتہ ملتا ہے۔ قادری کی مثنوی باغِ حسینی کتب خانہ خانقاہ عنایت الٰہی حیدر آباد میں محفوظ ہے

۷۔ ابوالحسن رسا بالاپوری مصنف دیوانِ رسا

ابوالحسن رسا بالاپوری اپنے زمانے کے بلند پایہ شاعر تھے۔ بالاپور میں مدفون ہیں

۸۔ شاہ باقر حسین مصنف دیوانِ باقر

شاہ باقر حسین باقر کی زندگی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں وہ صلابت خاں صوبے دار برار کے درباری شاعر تھے۔ مذہبی امور سے گہری دلچسپی تھی اور سلسلۂ طریقت میں شاہ حسین کے مرید تھے۔

۹۔ سید محمد درویش درسیؔ مصنف مثنوی نادر پسند

اورنگ زیب اور شاہ عالم کے عہد کے شاعر تھے۔ انجن گاؤں سورجی امراؤتی میں پیدا ہوئے۔ مقامی علماء سے علم معقول و منقول کا درس لیا۔ فارسی نظم و نثر پر قدرت حاصل تھی۔ انشا پردازی و سخن طرازی کے فن میں کامل تھے "مثنوی نادر پسند" نواب عوض خاں بہادر صوبے دار برار کی فرمائش پر ۱۱۳۳ھ مطابق ۱۷۲۱ء میں لکھی

تھی۔ اس میں ایک وزیر زادے اور ملکہ کی عشقیہ داستان ہے۔ درسیؔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کا کلام سلیس اور با محاورہ ہے۔ درسیؔ نے ۱۱۸۵ھ مطابق ۱۷۷۱ء میں انتقال کیا۔

۱۰۔ میر لطف علی لطفیؔ مصنف مثنوی بہلولِ صادق

میر لطف علی لطفیؔ کا نام کئی تذکروں میں ملتا ہے۔ لطفیؔ سید سعد اللہ ہم شیر زادہ سید شہاب الدین کے پوتے اور درویش محمد خاں صوبیدار برار کے نواسے تھے۔ عربی اور فارسی میں دستگاہ حاصل تھی۔ نصیر الدین ہاشمی نے "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں انکی مثنوی بہلولِ صادق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لطفیؔ نے ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۶ء میں رحلت فرمائی۔

۱۱۔ نواب نام دار خاں بہادر بینیؔ مصنف دیوانِ جرنیل

نواب صاحب افغانی پٹھان تھے۔ انکے دادا نواب اسمٰعیل خاں حکمرانِ برار تھے۔ نواب نام دار خاں بینی نواب صلابت خاں کے صاحب زادے تھے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۸۲۵ء میں برار کے گورنر مقرر ہوئے۔ انھوں نے امن و اطمینان زمانہ پایا تھا۔ اس لئے انھیں فنونِ لطیفہ کی خدمت کرنے کا خوب موقع ملا۔ نواب نام دار خاں بینی کی تاریخ ولادت ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۱ء ہے اور ۹ محرم الحرام ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء کو ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جنرل آرتھر ولزلی نے نواب صاحب کو "جنرل ڈیوک" کا خطاب عطا کیا تھا۔ اسی مناسبت سے وہ جرنل اور جرنیل کو بطور تخلص استعمال کرتے تھے۔ ان کے قلمی نسخے دیوانِ جرنیل کی اہمیت تاریخ امجدیہ اور سوانح عمری اسماعیل خاں بینی سے ہوتی ہے۔ یہ دیوان الحاج سید کرم محی الدین قاضی بلدۂ ایلچپور کے پاس محفوظ ہے۔ دیوان کافی بوسیدہ ہوچکا ہے۔ اکثر صفحات غائب ہیں اور کچھ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے چند اشعار نامکمل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۲- گل شیر خاں ببر دیول گھاٹی مصنف بیاضِ میلِ رحمانی (غیر مطبوعہ)

ببر دیول گھاٹی گوناگوں خصوصیات کے حامل تھے وہ ایک مصلح بھی تھے۔ شاعر بھی، مقرر بھی اور نثر نگار بھی۔ مسلمانوں کی تمام سیاسی تحریکات سے انھیں دلچسپی تھی۔ ایک مدت تک اصلاح المسلمین کی خدمت بھی انجام دی ببر کی تقریباً تمام تصنیفات کا نصف حصہ نثر پر مبنی ہے۔ عوام کو محرم کی بدعات سے آگاہ کرنا، شہادتِ حسین کا پیغام لوگوں کو سنانا اور ان کی اصلاح کرنا ببر کی نثری تصنیفات کا خاص پہلو ہے۔

۱۳- منشی محمد حیات خاں مظہر مصنف افکارِ مظہر

منشی صاحب مرتضیٰ پور ضلع آکولہ کے باشندے تھے۔ نواسۂ الطاف حسین حالی جناب خواجہ لطیف احمد صاحب نے ان کا دیوان افکارِ مظہر کے نام سے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا تھا اور ان کے حالاتِ زندگی بھی تحریر کئے تھے۔ خواجہ صاحب کے مطابق منشی مظہر کی ایک قلمی تصنیف کا بھی پتہ ملتا ہے۔ جسے منشی صاحب نے تصوف کے موضوع پر قلم بند کیا تھا۔

۱۴- سوادِ اعظم ڈاکٹر محمد انوار الدین انعام دار شاذلی نے نیم ادبی و نیم صوفیانہ مقالہ "سیماب اور سوادِ اعظم" کتابی شکل میں تحریر کیا ہے اس میں سوادِ اعظم کا اردو ادب میں استعمال اور اس کی صوفیانہ اصطلاح پر بحث کی گئی ہے۔

۱۵- تاریخ برار از محمد ضیاء الحق خاں کھام گانوی

آپ کی شخصیت برار کے لئے محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ ضیاء الحق صاحب کی سب سے بڑی خدمت انجمن ہائی اسکول کھام گاؤں کی صورت میں موجود ہے۔ دوسری اہم خدمت آپ نے برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اعزازی سکریٹری کے

حیثیت سے انجام دی ہے۔ آپ کو انگریزی، اردو اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل ہے آپ تاریخ برار مرتب کرنے میں منہمک ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب مستند اور محققانہ انداز کی ہوگی۔

۱۶۔ تذکرۂ مشاہیر برار مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالرحیم

پروفیسر صاحب بھی گاؤں ضلع امراؤتی کے رہنے والے ہیں۔ نہایت منکسر المزاج اور شریف النفس انسان ہیں۔ علمی وادبی گفتگو اور تاریخی و تحقیقی موضوعات ڈاکٹر صاحب کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ تذکرۂ مشاہیر برار تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور عنقریب اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد سے طبع ہو رہی ہے۔

۱۷۔ تاریخ برار از مولوی امجد حسین خطیب / منشی غلام احمد

۱۸۷۰ء میں امجد حسین خطیب نے تاریخ برار مرتب کی تھی۔ اسی زمانے میں منشی غلام احمد پٹیل گاؤں راجہ نے بھی تاریخ برار قلم بند کی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دیگر تاریخی نسخوں کی طرح عہد بہ عہد حالات تحریر نہیں ہیں بلکہ صرف ان بادشاہوں اور ناظموں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے مختلف زمانوں میں برار پر حکمرانی کی ہے۔ منشی غلام احمد کا یہ مخطوطہ ضیاء الحق خاں صاحب کی تحویل میں بحفاظت موجود ہے۔

۱۸۔ تاریخ برار از مولوی سید عبدالرزاق ذاکر ایلچپوری

مولوی صاحب کا وہ علمی و تحقیقی کارنامہ ہے جو ان کی برسہا برس کی کد و کاوش کا نتیجہ ہے۔ افسوس کہ یہ کتاب شائع نہ ہو سکی۔ تاریخِ برار کا مخطوطہ پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالرحیم کے پاس محفوظ ہے۔

۱۹۔ عبدالعلی عادل ناگپوری کی تصانیف

دیوانِ عادل ۲ - خزائن الاشعار ۳ - جیش المضامین ۴ - دیوانِ فارسی ۵ - اردو، فارسی دیوانِ قصاید ۶ - دیوانِ تاریخات اردو فارسی ۷ - نور الہدیٰ (اسلام اور ارکانِ اسلام سے متعلق فارسی مثنوی ۸ - نشر المتین (فارسی خطوط کا مجموعہ ۹ - سحرِ بابل (فارسی مثنوی) ۱۰ - چہل حدیث (ترجمہ) ۱۱ - نصابِ گونڈی (منظوم لغت

یہ وہ تحریریں ہیں جن کی اشاعت سے دکن، برار، موجودہ مدھیہ پردیش کے چند مقامات اور علاقہ ودربھ کی ادبی، علمی اور تہذیبی تاریخ کے نقوش روشن ہو سکتے ہیں اور جن سے ودربھ میں اردو زبان وادب کے ارتقا کا حال آئینہ ہوتا ہے آج شمالی ہند میں وہاں کے فعال اردو ادارے اور باشعور اردو ادیب اپنی تہذیبی اور علاقائی بازیافت کے لئے گم شدہ اوراق کی تلاش و جستجو میں سرگرداں ہیں اور دھیرے دھیرے ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو جوڑ کر اردو ادب کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں اور ودربھ کے اہلِ قلم دہلی، بمبئی اور میرٹھ کی خاک چھان رہے ہیں۔

علاقہ ودربھ کے آٹھوں اضلاع کا ماضی اردو زبان وادب کے سنہرے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے ضرورت ہے کہ ماضی کے گم شدہ خزانوں کی تلاش کی جائے ابھی تک جن قلمی نسخوں اور مخطوطوں کا علم ہو چکا ہے انھیں ودربھ کے دانشوروں کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ ان کی اشاعت و نکاسی کی صورت نکال سکیں۔ ودربھ کے سرگرم کار ادبی شہروں (ناگپور، امراؤتی، آکولہ، بلڈانہ اور ایوت محل) سے چند ایسے اساتذہ اور ادیب و شاعر حضرات جو قدیم و جدید ادب کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں ان کا ایک حلقہ بنا لیا جائے اور انہی کے صلاح و مشورے سے علاقہ ودربھ کی معتبر، اہم اور توانا آوازوں کو یکجا کر لیا جائے تو اس کام سے یقیناً اردو زبان وادب کی تاریخ کا ادھورا دائرہ تکمیل کی سمت مڑتا ہوا نظر آئے گا۔

ذیل میں عہدِ حاضر کے قلمی نسخوں کی فہرست درج ہے۔

۱ - تنقید و تعلیم - شارق نیازی امراؤتوی ۲ - افسانے شارق نیازی ۳ - امام بخش صہبائی - بحیثیت شخص، شارح، شاعر از ڈاکٹر خواجہ محمد حامد ۴ - عکسِ جمیل - شعری

مجموعہ از غنی اعجاز آکولوی ۶ - مرزا تقی ہوس لکھنوی (تحقیق) از ڈاکٹر آقا حیدر حسین
عابدی امراؤتی ۷ - شہر آشوب (تحقیق) از ڈاکٹر سعد اللہ جل گاؤں جامود ۸ - تلوک
چند محروم (تحقیق) از ڈاکٹر محمد یوسف انصاری کامٹی ۹ - نیاز فتحپوری (تحقیق) از
ڈاکٹر نظیر رشیدی کامٹی ۱۰ - شبلی کی سیرت نگاری (تحقیق) از ڈاکٹر ارشد جمال کامٹی
۱۱ - نظیری نیشاپوری (تحقیق) ڈاکٹر مدحت الاختر ۱۲ - ناگپور میں اردو (تحقیق) از ڈاکٹر شرف
الدین ساحل ناگپور ۱۳ - پلکوں کے دیے، شعری مجموعہ از شاطر حکیمی کامٹوی ۱۴ - نظریات
شعری مجموعہ از نظیر رشیدی کامٹی ۱۵ - سورج کی تلاش، تذکرہ شعرا دنشاد از شکیل اعجاز
آکولوی ۱۶ - برار میں اردو شاعری کا ارتقاء (تحقیق) از ڈاکٹر ایم آئی ساجد کھام گانوی
۱۷ - لمحوں کی حرکت، افسانوی مجموعہ از طفیل سیماب پیپل گانوی ۱۸ - سیکنڈ ہینڈ (طنزیہ
و مزاحیہ مضامین کا مجموعہ) ۱۹ - عشرت کدہ، شعری مجموعہ ۲۰ - برگِ آوارہ، قطعات کا
مجموعہ از رفیق مرزا شاکر کھام گانوی ۲۱ - شمعِ فروزاں از سروش یزدانی امرا پور
۲۲ - گلزارِ خلیل، شعری مجموعہ از ابراہیم خلیل ملکاپوری ۲۳ - مقام جنوں، شعری مجموعہ
عبد الحمید منظر ملکاپوری ۲۴ - فکر و فن، شعری مجموعہ از بشیر احمد شہید آکولوی ۲۵ - اردو
فارسی ادب میں برہانپور کا حصہ، تحقیق از ڈاکٹر شیخ فرید - ۲۶ - اردو میں جدید شاعری
کا ارتقا، تحقیق از ڈاکٹر محمد عبد المقیت ناگپور ۲۷ - اردو میں ادب اطفال، تحقیق از
ڈاکٹر طاہر دیشمکھ ۲۸ - اردو میں خواتین ناول نگار تحقیق از ڈاکٹر شاہین قاضی
۲۹ - بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقا تحقیق از آغا غیاث الرحمٰن ناگپور ۳۰ - کامٹی کی
ادبی تاریخ تحقیق از ڈاکٹر شرف الدین ساحل ناگپور ۳۱ - ودربھ میں جدید شاعری
تنقید و تحقیق از عبد الرحیم نشتر ۳۲ - غیر اردو دانوں میں اردو تعلیم کے مسائل از
محمد خضر حیات ۳۳ - جنون و خرد ۳۴ - فکر و نظر، شعری مجموعے از رشید انجم پوری
شاہ نامۂ ہند از فروغ نقاش ۔

ودربھ کی مطبوعات

برار میں نثری ادب کی ابتدا تاریخ نویسی و تذکرہ نگاری سے شروع ہوتی ہے۔ یہ سفر ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء کے مابین صرف پچاس سالہ سفر ہے۔ اسکے میر کارواں سید امجد حسین خطیب ہیں۔ انھوں نے اپنی جستجو اور کاوش کا میدان تاریخ کو بنایا چنانچہ "تاریخ امجدیہ" ان کی یادگار تصنیف ہے۔ اس کی طباعت مطبع خورشیدیہ میں ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں ہوئی بعد ازاں اس کے ایک باب کا اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو ہند دہلی نے ۱۹۴۱ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب "تاریخِ منظوم سلاطینِ بہمنیہ" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ مترجم سہیل ایلچ پوری تھے۔

دوسرا اہم نام صوفی عبدالجبار ملکاپوری کا ہے۔ صوفی صاحب نے جو تذکرے قلم بند کئے ہیں وہ نہ صرف برار بلکہ دکن کی ادبی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی تصنیف "تذکرہ شعرائے دکن" برار اور دکن کے اردو شاعروں کی ایک مبسوط دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے ان کی ایک اور اہم تصنیف "تاریخِ دکن" ہے جو ۱۹۱۰ء میں مطبع رحمانی حیدرآباد سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(الف) ۱۔ محبوب الوطن تذکرۂ سلاطینِ دکن جلد اول، عنوانات ۳۴۴، صفحات ۶۹۲

۲۔ محبوب الوطن تذکرۂ سلاطینِ دکن جلد دوم، صفحات چھ سو سے زاید

۳۔ محبوب الوطن تذکرہ سلاطینِ دکن حصہ سوم

۴۔ محبوبِ انجمن تذکرہ امراء و وزرائے دکن

۵۔ محبوبِ نو کہن۔ تذکرۂ آثارِ دکن

(بے) تذکرۂ شعرائے دکن دو جلدوں میں ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں مطبع رحمانی

حیدرآباد سے شائع ہوا ۔ دونوں جلدوں میں ۳۸۸ شعرا کا ذکر ہے ۔ جلد اول میں ۶۱۲ صفحات ہیں ۔ اس میں ۱۵۹ شعرائے دکن کا ذکر ملتا ہے ۔ جلد دوم تقریباً ۶۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۲۹ شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔

(ج) تذکرہ اولیائے دکن بھی دو جلدوں پر مشتمل ہے ۔ جلد اول میں ۲۸۶ اولیائے کرام کا تذکرہ شامل ہے ۔ یہ تذکرہ ۲۶ رجب ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں حسینی پریس حیدرآباد سے شائع ہوا ۔ دوسرا حصہ ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے ۔

تیسرے اہم نثر نگار سید عبدالرزاق ذاکر اچھپوری صاحب ہیں جنھیں "محسنِ ناگپور" بھی کہا جاتا ہے ۔ ذاکر صاحب کے یہاں موضوعات کا تنوع اور فن کی اعلیٰ قدریں پائی جاتی ہیں ۔ انھوں نے سوانح، تواریخ، مذہبیات اور علمی و ادبی موضوعات پر اپنی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں ۔

۱ ۔ گلزارِ ولایت ــــ مولوی صاحب نے اپنے پیر و مرشد محمد بخش میاں صاحب کے ایما پر میلادنامہ کی شکل میں سید محمد جونپوری کے حالاتِ زندگی قلم بند کیے ہیں ۔ سن اشاعت ۱۸۹۲ء ہے ۔

۲ ۔ ناگ پور ــــ یہ ایک تعارفی کتابچہ ہے جو ۱۹۱۰ء عزیزی پریس آگرہ سے طبع ہوا ۔

۳ ۔ سوانح عمری نواب محمد اسماعیل خاں بہادر بینی جرنیل ــــ ۵۸ صفحات کا یہ رسالہ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا ۔

۴ ۔ سوانح عمری خاں بہادر مولانا ایچ ۔ ایم ۔ ملک ــــ ۳۹۶ صفحات کی یہ کتاب بڑی دیدہ زیب ہے اور مولوی صاحب کی وقیع تصنیف مانی جاتی ہے ۔ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ۔

۵ ۔ انما الاعمال بالنیات ــــ مذہبیات پر کتابچہ شائع ہوا ۔

۶ ۔ ہمارے اسلاف اور ہم ــــ مصنف کی ایک تقریر کتابچے کی صورت میں شائع ہوئی ۔

۷ ۔ اسلام ــــ مسز اینی بیزنٹ کی انگریزی تقریر کا اردو ترجمہ ۔

ودربھ کی دیگر مطبوعات

سید عبد العلی عادل ناگپوری (۸) ریاض المآرب (۹) ہشت گلزار رنگیں
منشی محمد سعید صاحب سعید کامٹوی (۱۰) فروغِ جاوید نعتیہ مجموعہ کلام مطبوعہ مطبع
کریمی بمبئی ۱۸۹۰ء (۱۱) ارمغانِ جدید مجموعہ کلام مطبوعہ مطبع انوارِ محمدی لکھنؤ ۱۸۹۴ء
ملا عجیب ناگپوری (۱۲) مجموعۂ مراثی یادگارِ عجیب المعروف بہ مرقع عالم مطبوعہ مطبع صفدری
بمبئی ۱۸۸۸ء (۱۳) حافظ عبد الشکور قلزم کامٹوی ۔ جامِ کوثر منتخب نعتوں کا مجموعہ
مطبوعہ مطبع لکھنؤ ۱۹۰۶ء (۱۴) صوفی عبد الحکیم کامٹوی ۔ نظائر السلوک صوفیانہ
مضامین کا مجموعہ ۔ سید عظمت حسین خطیب ۔ (۱۵) حاکم و محکوم مطبوعہ ۱۹۱۰ء
(۱۶) لوح الہدایہ ۔ گل شیر خاں ببر دیول گھاٹی ۔ (۱۷) حضرت امام حسین علیہ السلام
کا خط سنیوں کے نام از فردوسِ بریں (۱۸) اپیل شہادت حسین علیہ السلام کی طرف سے
سنیوں کے نام (۱۹) محرم کا سچا حال عرف ردِ بدعاتِ ضلال (۲۰) کھلا خط محبانِ حسین
علیہ السلام کے نام مطبوعہ ۱۹۱۶ء (۲۱) آئینۂ صداقت مطبوعہ ۱۹۱۷ء (۲۲) تیر
دیول گھاٹی کی غلط بیانی عرف رجسِ شیطانی کا دنداں شکن جواب مطبوعہ ۱۹۱۹ء ۔ مولانا
سید ابو الحسن ناطق گلاؤٹھوی ۔ (۲۳) نطق ناطق نیچرل نظموں کا مجموعہ سن اشاعت
مارچ ۱۹۱۲ء مطبع شمس المطابع میرٹھ ۔ اس مجموعہ میں آپ کی ابتدائی شاعری کی نظمیں
ہیں ۔ کتاب اب نایاب ہے (۲۴) کلیل میں غلیل ایک طویل مکتوب بصورت کتابچہ
سال اشاعت ۱۹۵۰ء مطبع برقی پریس بنگلور ۔ مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۳۷-۱۹۱۴)
کے اس شعر کے مفہوم پر حالی اب آؤ پیروی مغربی کریں بس اتباعِ مصحفی و میر کر چکے
اکابر ادب کے درمیان اختلافی بحث چلی تھی ۔ آپ نے مکتوب گرامی میں اسی شعر کے
متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے ۔ ساتھ ہی دورِ جدید کے شعرا اور موجودہ معیار

تعلیم و شاعری کے بہت سے مسائل بھی زیرِ بحث آگئے ہیں (۲۵) سبع سیارہ مکاتیب و مضامین کا مجموعہ سنِ اشاعت ۱۹۶۰ء مطبع فیضِ عام پریس لکھنؤ۔ اس میں پانچ خطوط بشمول تکمیل میں علما ور دو مضامین شامل ہیں جو ادبی شعری و فنی معلومات سے پر ہیں۔ اس کتاب سے مولانا ناطق کے حالات، شاعری، تنقیدی بصیرت اور افکار و نظریات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ (۲۶) کنز المطالب شرح دیوانِ غالب یہ کتاب ۴۲ سال تک شرمندۂ طباعت نہ ہوئی۔ آخر مکتبۂ دین و ادب لکھنؤ کے زیرِ اہتمام ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں دیوانِ غالب کے تقریباً ایک چوتھائی اشعار کی شرح، شروحِ سابقہ سے مختلف ہے اور فن سے بھی بحث کی گئی ہے۔ (۲۷) دیوانِ ناطق میں ۱۹۰۳ء اور ۱۹۶۹ء کے درمیان کا کہا ہوا کلام شامل ہے جسے دیوان کے مرتب محمد عبد الحلیم صاحب نے بہ ہزار دقت ۱۹۵۷ سے جمع کرنا شروع کیا تھا اور آخرِ کار ۲۷۳ غزلوں کے پندرہ سو سے زاید اشعار پر مشتمل دیوان اکتوبر ۱۹۷۶ء میں انصاری آرٹس مومن پورہ ناگپور سے شائع ہوا۔ حمید مرزا کھام گانوی ــــ (۲۸) فردوسِ عقیدت (۲۹) ہدیہ صلواۃ و سلام (۳۰) آمنہ کا چاند (۳۱) بہشتِ مناقبت (۳۲) انوارِ پنجتن (۳۳) سلکِ گوہر (۳۴) سلکِ جوہر (۳۵) گلدستۂ ہدایت۔ سید مبین الرحمان آکولوی ــــ (۳۶) مراۃ البرار، برار کا تاریخی و جغرافیائی جائزہ مطبوعہ ۱۹۲۴ء ناگپور (۳۷) نگہداشتِ اطفال (۳۸) تصوف اور اسلام (۳۹) اسلام اور صوفی ازم (۴۰) مسلمانوں کی سیاسی کھوٹ۔ منشی محمد حیات خاں مظہر مرتضیٰ پوری (۴۱) حقیقتِ نماز کے نام سے مظہر صاحب نے ایک مختصر رسالہ شائع کیا (۴۲) افکارِ مظہر کے نام سے خواجہ لطیف احمد جرتیح بی۔ اے نے ۱۹۳۷ء میں مجموعۂ کلام شائع کیا۔ (۴۳) انکشاف از مولانا محمد عمر انصاری کامٹوی مطبوعہ ۱۹۳۷ء (۴۴) حالاتِ مومن پنج از منشی نور الحسن صادق کامٹوی مطبوعہ ۱۹۳۷ء (۴۵) درفشانِ سخن پنڈت ستیا رام ساہو رام بھنڈاروی کا مجموعہ کلام۔ حافظ محمد ولایت اللہ (۴۶) سوز و گداز مطبوعہ ۱۹۴۱ (۴۷) تعمیرِ حیات (۴۸) موت و حیات از شاطر حکیمی کامٹوی مطبوعہ اکتوبر ۱۹۴۴ء۔ عبد الصمد قیصر بدنیروی ــــ (۴۹) طوفان

رسائل (۵۰) آبشار (۵۱) غبارِ کارواں۔ شعری مجموعے (۵۲) رباب ہستی۔ افسانوں کا مجموعہ (۵۳) تذکرہ رحمانی تصاویر سے مزین ایک یادگار تصنیف ہے اور تذکرہ نویسی کے باب میں برار کی اہم تصانیف میں گنی جاتی ہے۔ (۵۴) قواعدِ اردو از مولوی محمود علی خاں (۵۵) انجمن از نصیر عظیمی (۵۶) گلدستۂ سخن از شاغل ناگپوری مطبوعہ ۱۹۶۵ء (۵۷) سمن زار از منور زین شاکر اورنگ آبادی مطبوعہ ۱۹۴۵ء (۵۸) کشمکش۔ ڈرامہ از پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین صاحب مطبوعہ مئی ۱۹۵۴ء (۵۹) حرفِ خاموش۔ شعری مجموعہ۔ از حمید ناگپوری مطبوعہ ۱۹۶۱ء (۶۰) صدائے گنبد از عبدالصمد جاوید آکولوی کی ہزلیات کا مجموعہ (۶۱) "امجد حسین امجد مولف دیوانِ امجد (۶۲) ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب۔ اسد مولف دیوانِ اسد (۶۳) شیخ عبدالجلیل عرف شیخ ملنگ المتخلص مسرور باسموی مولف دیوانِ مسرور"۔۔۔ رفیق مرزا شاکر کھام گانوی نے شکیل اعجاز کی مرتبہ کتاب "اوراقِ مصور" کے لئے لکھے گئے مضمون "برار میں اردو شاعری کا آغاز وارتقاء" میں دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ تینوں شاعر صاحبِ دیوان تھے اور ان تینوں شعرا کے دیوان ان کے پاس موجود ہیں (۶۴) ڈاکٹر عبدالوہاب اسد کے مضامین کا مجموعہ "بشیرِ برار" اور (۶۵) خطیب امجد حسین امجد ایلچپوری کے عالمانہ مضامین کا مجموعہ "شحنۂ ہند" میرٹھ سے شائع ہوا۔ دونوں کتابیں رفیق مرزا شاکر کے پاس محفوظ ہیں (۶۶) ماسٹر محمد حمزہ خاں جذبی باسموی نظم گو شاعر تھے۔ ان کے مجموعے "شعلہ" جلد اول اور شعلہ جلد دوم ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئے (۶۷) پروفیسر منظور حسین شور۔۔۔ فنِ تنقید (۶۸) فارسی امروز (۶۹) نبضِ دوراں (۷۰) دیوارِ ابد (۷۱) حشر مرتب (۷۲) زمان و مکاں (۷۳) وحیدالدین خاں غازی نواب آف گیوردھا۔۔۔ گلستانِ معرفت (۷۴) تلخیات (۷۵) ذکر و فکر (۷۶) زمزمہ (۷۷) دیہاتی دنیا (۷۸) مولانا عبدالکریم پاریکھ ناگپور۔۔۔ لغت القرآن مطبوعہ ۱۹۵۲ء (۷۹) قوم یہود اور ہم۔ مطبوعہ جنوری ۱۹۶۰ء (۸۰) ظرفہ قریشی بھنڈاروی۔۔۔ طورِ رخشاں (انتخاب مشاعرہ) مطبوعہ ۱۹۴۷ء (۸۱) پہلی کرن شعری مجموعہ جون ۱۹۵۲ء (۸۲) شہیدِ اکبر ۱۹۶۹ء (۸۳) نصف النہار آخری مجموعۂ کلام

۱۹۷۷ء (۸۴) شاہد کبیر ــــ کچی دیوار مطبوعہ ۱۹۵۸ء (ناول) (۸۵) چاروں اور (ہندو پاک کی جدید غزل کا انتخاب) مطبوعہ ۱۹۶۸ء (۸۶) مٹی کا مکان اولین مجموعۂ کلام مطبوعہ ۱۹۷۹ء (۸۷) مصوّر کارنجوی ــــ رنگینیاں۔ شعری مجموعہ مطبوعہ ۱۹۵۳ء (۸۸) نیرنگِ مصوّر مطبوعہ ۱۹۶۳ء (۸۹) رنگِ حیات مطبوعہ ۱۹۷۸ء (۹۰) جلال و جمال مطبوعہ ۱۹۸۱ء (۹۱) ڈاکٹر منشاء الرحمان خاں منشاؔ ــــ جیون ترنگ۔ دیوناگری رسم الخط میں قومی نظموں کا مجموعہ (۹۲) نوائے دل مطبوعہ ۱۹۶۳ء (۹۳) آہنگِ حیات مطبوعہ ۱۹۶۴ء (۹۴) ذکرِ خوباں، نعتیہ کلام مطبوعہ ۱۹۶۹ء (۹۵) آئینۂ اقبال، اقبال کے کلام پر تضمینات مطبوعہ ۱۹۷۳ء (۹۶) عکسِ دوراں، مجموعۂ کلام مطبوعہ ۱۹۷۷ء (۹۷) مطالعہ میر ممنون دہلوی، تحقیقی مطالعہ (۹۸) دیوانِ میر ممنون دہلوی (۹۹) بہو کی تلاش، ڈراموں کا مجموعہ از نور العین امراؤتی (۱۰۰) سوانح عمری حضرت شیخ عبد العزیز عرف شاہ بابو پالور مرتب رحمت اللہ خاں ماسٹر شاد مطبوعہ ۱۹۳۳ء (۱۰۱) مواعظِ مسکینیہ از نصر الدین مسکین شاہ (۱۰۲) سردار المعلومات از غلام محبوب خلش مطبوعہ ۱۹۴۲ء (۱۰۳) میری نظر میں کم و بیش سو شخصیتوں کی سوانح حیات مطبوعہ ۱۹۵۹ء (۱۰۴) المیۂ کشمیر طویل نظم انوار الحق خاں انور کھام گانوی (۱۰۵) تجلیاتِ انور از حافظ یار محمد انور کامٹوی مطبوعہ ۱۹۷۰ء (۱۰۶) صبح کا ساقی از شارق نیازی امراؤتوی مطبوعہ ۱۹۷۹ء (۱۰۷) انشار کا ترکی روز نامچہ از ڈاکٹر سید نعیم الدین امراؤتی مطبوعہ ۱۹۸۱ (۱۰۸) نور و نکہت، شعری مجموعہ از راشد اللہ خاں جوہر کھام گانوی مطبوعہ ۱۹۸۰ء (۱۰۹) ایم۔ آئی ساجد کھام گانوی ــــ اوراقِ گل۔ تذکرہ و انتخاب شعرائے کھام گاؤں مطبوعہ اکتوبر ۱۹۷۸ (۱۱۰) آواز کے پتھر منی افسانوں کا مجموعہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۷۸ء (۱۱۱) سپنے سلونے۔ روسی کہانیوں کا ترجمہ مطبوعہ ۱۹۷۸ء (۱۱۲) ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ ــــ ملتِ اسلامیہ کا سفر، پندرھویں صدی ہجری پر اسلامی تاریخ مطبوعہ ۱۹۷۹ء (۱۱۳) بیان میرٹھی۔ شخصیت و شاعری مطبوعہ ۱۹۸۰ء (۱۱۴) گوبھی کے پھول مزاحیہ شاعری کا مجموعہ از ناظم انصاری مطبوعہ ۱۹۸۰ء (۱۱۵) خاموشی از محمد یٰسین نیر انصاری ناگپور مطبوعہ ۱۹۷۹ء (۱۱۶)

ثبات - مجموعۂ کلام از محبوب راہی بارسی ٹاکلی مطبوعہ ۱۹۷۹ء (۱۱۷) منافقوں میں
روز و شب' مجموعۂ کلام از مدحت الاختر مطبوعہ ۱۹۸۰ء (۱۱۸) طلسم غزل' مجموعۂ کلام
از ظفر کلیم ناگپور مطبوعہ ۱۹۸۱ء (۱۱۹) ستارے اور سیارے' علم فلکیات پر ایک کتاب
از جلیل عرشی کاٹ (۱۲۰) صراطِ مستقیم - مذہبیات پر ایک کتاب از الحاج عبدالمتین ناگپور
۱۹۸۰ء (۱۲۱) ایرانی ادبیات پر ایران کا اثر از عبدالستار فاروقی کامٹی مطبوعہ ۱۹۷۴ء
(۱۲۲) ڈاکٹر زرینہ ثانی ناگپور ـــ اردو شاعری کی ہندوستانی روح ۱۹۶۷ء (۱۲۳)
سیماب کی نظمیہ شاعری - ۱۹۷۸ء (۱۲۴) بوڑھا درخت (۱۲۵) صفدر آہ (۱۲۶) شیخ
رحمان آکولوی ـــ عکسِ شعور' منی افسانوں کا مجموعہ

(۱۲۷) بلا عنوان' مزاحیہ انشائیوں کا مجموعہ ۱۹۸۱ء (۱۲۸) سوکھے پیڑ کا درد - افسانوں کا
مجموعہ از عبدالقدیر صدیقی آکولوی ۱۹۸۰ء (۱۲۹) ایلچ پور کے چند قدیم شعرا - تحقیقی مقالہ
از ڈاکٹر وسیم دردانہ باسط امراوتی ۱۹۸ء (۱۳۰) وارد ذوالفقار از مولوی لعل محمد ۱۹۷۹ء
(۱۳۱) اوراقِ مصور (رسالہ) از شکیل اعجاز آکولہ ۱۹۸۰ء (۱۳۲) کلام ازہر' مجموعہ کلام ازہر
ہنگن گھاٹی ۱۹۶۹ء (۱۳۳) پروفیسرہ زہرہ جبیں ناگپور ـــ مشعلِ راہ' ڈراموں کا مجموعہ
(۱۳۴) نشیب و فراز' افسانوں کا مجموعہ ۱۹۷۷ء (۱۳۵) نکھار' ناول ۱۹۷۸ء (۱۳۶) صبح
کے بھولے' ڈراموں کا مجموعہ ۱۹۷۵ء (۱۳۷) کوششِ ناتمام' افسانوی مجموعہ از شائستہ
اختر بانو سہروردی (۱۳۸) محمد ابراہیم شرر ایلچپوری ـــ عربی سیکھئے' تعلیمی کتابچہ
(۱۳۹) نوائے ظفر - حصہ اول منشی عبدالقدیر ناگپوری نے مرزا ظفر حسین ظفر ناگپوری کا منتخب
کلام آٹھ صفحات کے کتابچے کی صورت میں ۶ جنوری ۱۹۴۵ء میں شائع کیا تھا (۱۴۰) البتیانات
از مولانا سلیم عبداللہ (۱۴۱) ہمارا سماج از ماسٹر محمد علیم الدین کامٹی (۱۴۲) ڈاکٹر نورالسعید اختر
ـــ تاج الحقائق - ۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو بلڈانہ میں پیدا ہوئے - تعلیم کھام گاؤں اور ناگپور میں
حاصل کی - ان دنوں مہاراشٹر کالج بمبئی میں فارسی کے لکچرر ہیں - "تاج الحقائق" ان کا پی
ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو ۱۹۷۰ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا - اسی طرح ملا وجہی اور دیگر
دکنی ادیبوں پر لکھے گئے ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ "نقوش دکن" کے نام سے

شائع ہو چکا ہے۔ (۱۴۴) نئی اردو شاعری مصنف زینت اللہ جاوید آکولہ ضلع کے ایک قصبہ
ہتھروٹ کے رہنے والے ہیں ابتدائی تعلیم کے بعد اعلا تعلیم کھام گاؤں۔ آکولہ اور ناگپور میں
حاصل کی۔ چند سال اورنگ آباد میں لکچرر شپ کی فی الحال پٹیالہ میں فارسی کے لکچرر ہیں
ادب کے نئے رجحانات و نظریات کو سمجھنے میں یہ ایک اچھی کتاب ہے (۱۴۵) سید سبحان
انجم شیگانوی ـــــ ابتدائی علمِ عروض (طلبا کے لئے کارآمد کتابچہ) (۱۴۶) شعر و تقطیع
کا چارٹ (جماعت دہم کے طلبا کے لئے مفید) (۱۴۷) حمد و مناجات (انتخاب) (۱۴۸) محورِ
شاعری از محمد اقبال جاوید کھام گانوی (۱۴۹) رفیق مرزا شاکر کھام گانوی ـــــ اردو مضمون
و قواعد ۱۹۷۶ء (۱۵۰) موجودہ شعرائے بلڈانہ۔ تذکرہ مطبوعہ ۱۹۷۸ء (۱۵۱) شرحِ قصیدہ
مدیحِ خیر المرسلین از پروفیسر محمد اقبال خاں امراؤتی (۱۵۲) یادِ رفتگاں از محمد جعفر الویت محل
۱۹۷۳ء (۱۵۳) خوشبو کا کرب، شعری مجموعہ از نکہت خاں نکہت ۱۹۷۸ء (۱۵۴) زخموں
کے چراغ شعری مجموعہ از ضیاء زخمی کھام گانوی ۱۹۷۴ء (۱۵۵) دھوئیں کے پتے۔ قطعات
کا مجموعہ از انجم شیگانوی (۱۵۶) انوارِ حیات شعری مجموعہ از سروش یزدانی امراؤتی (۱۵۷)
مدوجزر، شعری مجموعہ از خورشید ایلچپوری ۱۹۶۳ء (۱۵۸) عبدالرؤف شاہد انصاری آکولہ ـــ
پھول بھی تلوار بھی ۱۹۶۵ء (۱۵۹) مشاہدات ۱۹۸۰ء (۱۶۰) خورشید آراء بیگم خورشید داب صدیق
علی خاں ـــ شعاعِ خورشید ۱۹۶۷ (۱۶۱) جگر لخت لخت (۱۶۲) مکتوباتِ احمدی از محمد
شمس الدین امراؤتی (۱۶۳) گلدستۂ اسلام منتخب کلام کا مجموعہ مرتب خواجہ میاں خواجہ
شیگانوی (۱۶۴) خطاب بہ جامعہ ملیہ و مسلمانانِ ہند۔ طویل نظم از سید عبدالرؤف
شاہ عاصی مطبوعہ ۱۹۲۲ (۱۶۵) نشہ اترتا ہے از عبدالسعید امراؤتی ۱۹۸۱ء (۱۶۶) زخمِ
ہاراں از عبدالمجید کاکر۔ کھام گانوی (۱۶۷) طلسم الفاظ از انیس انور آکولوی ۱۹۷۶ء
(۱۶۸) کامٹی کی مختصر تاریخ از محمد ظہیر وارثی ۱۹۸۰ (۱۶۹) شعلے مصنفہ واجدہ تبسم ۱۶ مارچ
۱۹۳۵ء کو امراؤتی برار میں پیدا ہوئیں۔ ان کے آبا و اجداد اس علاقے کے رئیس تھے۔
واجدہ تبسم کی ابتدائی تعلیم امراؤتی میں ہوئی۔ جب ان کا خاندان ہجرت کر کے حیدرآباد چلا
گیا تو وہاں کے ماحول میں ان کی اعلیٰ تعلیم ہوئی۔ ان دنوں واجدہ تبسم بمبئی میں مقیم ہیں۔

شعاع" ان کا اولین ناولٹ ہے۔ واجدہ تبسم افسانوی مجموعوں اور ناولوں کی مصنف ہیں وہ اردو کی مشہور ترین خواتین افسانہ نگاروں میں گنی جاتی ہیں (۱۷۰) ماڈرن ہومیوپیتھی گائڈ مرتب غلام المرسلین بھنڈارہ (۱۷۱) سی پی میں کانگریس راج مصنف حکیم اسرار احمد کریوی (۱۷۲) مولانا محمد علی کی یاد میں از گل شیر خاں رفعت ۱۹۳۱ء (۱۷۳) غارِ حرا کا چاند از ڈاکٹر عبدالمجید انجن گاؤں سورجی (۱۷۴) نقوشِ حیات، معیار الادب، آکولہ کے تحت منعقدہ ۱۹۶۰ کے مشاعرے کا کلام جسے منظر طالبی آکوی نے شائع کیا (۱۷۵) نذر ادب ۹ ستمبر ۱۹۵۶ کو ممتاز خوشتر کھنڈوی کے زیرِ صدارت ہونے والے کامٹی کے مشاعرے کا انتخاب اپنا کتاب گھر کامٹی نے شائع کیا تھا۔ (۱۷۶) سوانح عمری مولانا ایچ ایم ملک۔ صمصام الحق عبدالعلی اس کتاب کے مصنف ہیں۔ سنِ اشاعت ۱۹۲۹ء ہے (۱۷۷) ڈاکٹر عبدالرحیم نشتر ارتکاز ہند و پاک کے ۳۸ جدید شاعروں کا منتخب کلام بشر نواز کے مبسوط مقدمہ کے ساتھ ستمبر ۱۹۷۰ میں شائع ہوا (۱۷۸) اعراف۔ ودربھ کی جدید شاعر کا پہلا مجموعہ کلام نیشنل اکادمی دہلی نے ۱۹۷۲ میں شائع کیا (۱۷۹) بھوپال ایک خواب، ودربھ میں رپورتاژ کی صنف میں پہلی کتاب ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی (۱۸۰) شامِ گراں، ودربھ میں جدید غزل کا دوسرا مجموعہ کلام ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا (۱۸۱) نوزاد" ودربھ کے اردو افسانے کی پچاس سالہ تاریخ اور انتخاب جو اپنی نوعیت کی ہنوز اول کوشش ہے (۱۸۲) ناگپور یونیورسٹی میں اردو ۱۹۸۱ء (۱۸۳) شخص اور شاعر، مرتبہ ۱۹۸۲ء۔

ان تخلیقی سرگرمیوں کے علاوہ ودربھ کی بعض علم دوست ہستیوں نے درسی کتب کی تیاری میں بھی انتہائی ذوق و شوق کا ثبوت دیا ہے۔ ذیل میں ان ماہرین تعلیم اور علم دوست بزرگوں کے اسمائے گرامی درج ہیں جنہوں نے اردو زبان و ادب، تاریخ و جغرافیہ اور دیگر موضوعات پر کتابیں لکھیں۔

خواجہ لطیف احمد جرج صاحب کا نام سرِفہرست ہے۔ ان کی تیار کردہ درسی کتب اول تا یازدہم جماعتوں کے لئے ودربھ کے اردو اسکولوں میں ایک طویل مدت تک پڑھائی جاتی رہیں۔ یہی اعزاز محمود علی خاں کاظم کی قواعدِ اردو کو بھی حاصل رہا۔ ماسٹر علیم

الدین صاحب کامٹوی نے ہمارا سماج، نثر اردو، نظم اردو اور مرقع اردو بھی بہایت معیاری، دلچسپ اور کتابت و طباعت نیز گٹ اپ کے لحاظ سے نہایت عمدہ کتابیں سعد اللہ صاحب کے زمانے میں تیار کی تھیں۔ ان کے علاوہ فیروز الدین، مہتاب خاں، قادر علی خیر الدین، سلیم عبد اللہ اور حنیف فاتح صاحبان کے نام بھی اہمیت کے حامل ہیں

تخلیقی اور درسی کتابوں کے علاوہ مشاعرے کے انتخاب بھی کتابی صورتوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ نیز بعض Souvenirs بھی قابلِ دید اور قابلِ مطالعہ ہیں۔ گورنمنٹ اردو بلیک ٹریننگ کالج بالاپور کا نمائندہ رسالہ "بہارستان" اور گورنمنٹ اردو ہائی اسکول امراؤتی کا رسالہ "مرقع اردو" خاصی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ کلام الشعرا کھام گاؤں، نقوشِ حیات آکولہ، منتخب شاعری کے مجموعے ہیں۔ ناگپور کامٹی سے اس طرح کے متعدد انتخاب ہر سال شائع ہوتے ہیں۔ چند خاص مجلے حسب ذیل ہیں۔

شاہین (اقبال اکیڈیمی ناگپور) بزمِ ادب (آرڈیننس فیکٹری اسٹیٹ انبہجری ناگپور) خوشبو، بصیرت (ادارۂ غالب ناگپور) زرنگار (سدر مسلم لائبریری ناگپور) سوغات (بزم غالب کامٹی) گلستانِ ربانی (ایم۔ ایم ربانی ہائی سکول کامٹی) بوئے گل (مسلم اسٹوڈنٹس ویلفیر آرگنائزیشن ناگپور) وغیرہ

صہبا وحید قریشی جو ان دنوں آل انڈیا ریڈیو دہلی کی اردو سروس میں اناؤنسر فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ اصلاً بھنڈارہ کے باشندے ہیں۔ آپ متوازن فکر کے نمایاں شاعروں میں گنے جاتے ہیں۔ مجموعہ کلام "تمنا کا دوسرا قدم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

ودربھ کی اردو صحافت

ودربھ کی اردو صحافت کا اگر جائزہ لیں تو یہ افسوس ناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہاں اردو صحافت کامیابی سے ہم کنار نہیں رہی۔ یوں تو انیسویں صدی کے وسط سے ہی اردو اخبارات و رسائل کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا لیکن ابھی تک ودربھ سے سوائے ماہنامہ خیال اور ہفتہ وار الفاروق کامٹی کے کوئی بھی رسالہ یا اخبار اپنی بھرپور اور انمٹ یادیں نہیں چھوڑ سکا۔ کئی اخبارات و رسائل جاری ہوئے (مجموعی تعداد ۹۰ نوے) لیکن بہت سے بہت چار چھ سال زندہ رہ سکے۔ بعض تو ایسے بھی بدنصیب واقع ہوئے کہ پہلی یا دوسری سالگرہ کے بعد ہی جاں بحق ہو گئے۔

اس سنگین صورتِ حال سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا ودربھ میں اردو قارئین کی کمی ہے؟ یا۔۔۔کیا ودربھ کے اردو قارئین نے علاقائی صحافت کی حوصلہ افزائی نہیں کی؟ بعض علاقائی اخبارات و رسائل نے اپنے اداریوں کی تان اسی بات پر توڑی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ چند مدیرانِ کرام کو چھوڑ کر کسی میں ایسا سلیقہ اور عزم نہ تھا جو اپنے رسالے یا اخبار کو طویل عمری کی راہ پر لگا سکتا۔ صرف دو ماہ نامے خیال اور بہارستان اور دو ہفتہ وار البرہان اور الفاروق ہی ودربھ کی صحافت کا چہرہ اجالتے ہیں۔

دونوں ہفتہ وار اخباروں نے علم و ادب کی خدمت کے علاوہ تہذیبی اور سماجی خدمات بھی انجام دیں نیز ملّتِ اسلامیہ کی فلاح کے لئے کوشاں بھی رہے۔ "ودیا مندر اسکیم" کے زمانے میں البرہان کے ولولہ انگیز مضامین اور زبردست احتجاجی اداریوں نے بالآخر پورے صوبے میں "ودیا مندر اسکیم" کے خلاف فضا بنا کر ہی چھوڑی۔ اسی طرح الفاروق نے اسلامی تعلیمات اور تہذیبی اقدار کی بازیافت کا فریضہ انجام دیا جبکہ رسالہ

بہارستان تاحال اردو تعلیم و تدریس کے باب میں گراں مایہ خدمت انجام دیتا چلا آرہا ہے
ادبی دنیا میں ماہنامہ خیال کامٹی آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ خیال کے ذریعہ فیض انصاری نے ودربھ کی ادبی قدر و قیمت کو واضح کیا اور گمنام نیز بھولے بسرے فنکاروں کو زندگی اور پہچان عطا کی۔ خیال ہی کے فیض سے بہت سے نئے لکھنے والوں نے اپنی شناخت قائم کی۔

فیض انصاری سچے محب اردو تھے۔ انھوں نے پورے ودربھ کے ادیبوں اور شاعروں کے لئے اپنی دولت اور زندگی وقف کر رکھی تھی۔ انھیں ہی کی جد و جہد سے ودربھ کے چھوٹے موٹے مقامات پر بھی اردو زبان و ادب کے فروغ دینے کا خیال پیدا ہوا۔ اور انھیں کی سرگرم کوششوں نے سی پی اور برار کے موتیوں کو اپنی تابانی کا احساس دلایا۔

فیض انصاری کی اردو دوستی اور ادب نوازی کا اس سے بڑا اور سچا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے ناگپور میں ایک عظیم الشان اردو کانفرنس منعقد کی اور اس کانفرنس میں وہ بری طرح لوٹ گئے۔ یار لوگوں نے تقاریر اور مقالے سنے۔ تالیاں بجائیں۔ مشاعرہ سنا اور داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے۔ لیکن فیض انصاری کی ٹھوس اور تعمیری تجاویز پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔ آج بھی ان تجاویز پر غور و خوض کیا جائے اور انھیں روبہ عمل لایا جائے تو ودربھ کے علم و ادب اور اردو تعلیم و تدریس کا ہی نہیں ودربھ کے بے شمار ادیبوں اور شاعروں کا بھی مقدر جاگ سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ موجودہ اخبارات و رسائل میں نہ وہ فہم و فراست ہے نہ وہ جذبہ خلوص و صداقت، یہی وجہ ہے کہ ودربھ کی اردو صحافت کامیاب نہیں ہے اور یہ نہایت بدقسمتی ہے کہ جس مقام کی سب سے بڑی زبان مراٹھی میں کئی روزنامے اور لا تعداد پرائمری اور ہائی اسکولوں کا وجود ہے۔ اسی مقام کی دوسری بڑی زبان اردو ایک روزانہ اخبار سے بھی محروم ہے — اگرچہ اردو تعلیم و تدریس کے باب میں ایسی مایوسی نہیں ہے۔ یعنی ودربھ میں اردو قارئین بھاری تعداد میں فراہم ہو سکتے

ہیں۔ صرف کسی باہمت، دلدار اور باشعور شخص یا ادارے کو آگے آنے کی دیر ہے۔

محمد عبدالحلیم صاحب کے خیال کے مطابق "آج کی اردو آبادی اور ان کے لکھنے پڑھنے کے ذوق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی معیاری اخبار یا جریدہ کامیابی کے ساتھ نکل سکتا ہے۔ بشرطیکہ سرمایہ کافی ہو اور ادارت تجربہ کار صحافی اور قابل اہلِ قلم کے ذمہ ہو۔"

ودربھ کے موجودہ اخبارات کو دیکھ کر بے حد مایوسی ہوتی ہے کہ انھیں محض ذاتی مفاد کا وسیلہ بنا لیا گیا ہے۔ "بزم غالب کامٹی" کے منعقدہ سیمنار مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ودربھ کی موجودہ اردو صحافت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر زرینہ ثانی نے فرمایا کہ "آج کل جسکے جی میں آتا ہے ایک عدد جریدے، رسالے یا اخبار کا مالک اور مدیر بن بیٹھتا ہے حالانکہ صحافتی ادب کے کچھ مخصوص تقاضے ہوتے ہیں۔ اس کے لئے مدیر کا حد درجہ قابل ہونا ہی شرط نہیں ہے بلکہ اس میں بے پناہ جرات اور بے باکی کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ یہاں بڑے بڑوں کے پر جل جاتے ہیں۔ اور جگر پانی ہو جاتے ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد، محمد علی جوہر، ظفر علی خاں، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، عثمان فارقلیط وغیرہ ایسے صحافی تھے جنھوں نے "زہر ہلاہل" کو کبھی "قند" نہیں کہا بلکہ وہی بات کہی جسے حق سمجھتے تھے۔

ودربھ کی اردو صحافت کا جائزہ لیا جائے تو بیباک اور بے لاگ صحافیوں سے ملاقات نہیں ہوتی پھر بھی ڈاکٹر زرینہ ثانی نے دو مدیروں، آزاد قلم کی تعریف کی ہے" ودربھ کے علاقے کو بھی جناب عبدالستار فاروقی کی شخصیت میں ایک ایسا ہی قابل اور دیانتدار صحافی ملا۔ صوبہ متوسط و برار کے بااختیار وزیر داخلہ پنڈت ڈی پی مشرا سے ٹکرا کر محترم فاروقی صاحب نے ایک نڈر اور بہادر صحافی ہونیکا ثبوت دیا تھا۔ پچھلے دنوں آکاش وانی ناگپور سے اردو پروگرام شروع کروانے کیلئے عبدالرحیم نشتر نے بھی بڑے جاندار اور جرات آمیز آرٹیکل لکھے" ساتھ ہی کامٹی کی ادارت میں پندرہ روزہ اردو اخبار "رقیب کامٹی" نہایت پابندی کیساتھ ایک سال تک جاری رہا۔ موجودہ اخبارات میں پندرہ روزہ ہمہ گیر ناگپور پابندی سے شائع ہو رہا ہے جبکہ دوسرے جریدے کبھی کبھار ہی دکھائی دیتے ہیں۔

ودربھ کے اردو اخبارات کی و رسائل کی فہرست اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ؔ دیوان ناطق مرتبہ: مولانا ناطق کی شاعری اور شخصیت پر لکھے گئے بیشتر مضامین کے مصنف تنقیدی شعور اور تحقیقی نظر کے حامل، برار، دکن اور ناگپور کی ادبی تاریخ پر آپ کی خصوصی نگاہ ہے۔

ودربھ کے اخبار و رسائل

۱۔ سینٹرل پراونس نیوز ناگپور ۔ ۱۸۶۳ء (علاقۂ ودربھ کا پہلا اردو/انگریزی اخبار)

۲۔ سرکاری اخبار ناگپور ۱۸۷۰ء (دوسرا ذولسانی اخبار)

۳۔ ہفتہ وار اردو اخبار آکولہ ۱۸۷۵ء (مرزا کریم بیگ آکولوی کی ادارت میں علاقۂ ودربھ کا اولین خالص اردو اخبار)

۴۔ ہفتہ وار ترجمان ناگپور یکم مارچ ۱۸۸۴ء مالک عثمان علی خاں مہتمم محمد یعقوب

۵۔ ہفتہ وار نیٹو گرد چیئز پیپر بھنڈارہ یکم جنوری ۱۸۸۵ء (ذولسانی اخبار) مہتمم صفدر علی

۶۔ ماہنامہ فیروز نگار کھولاپور ضلع امراؤتی نومبر ۱۸۸۵ء مدیر محمد صادق قیصر

۷۔ ماہنامہ تہذیب سخن ۔ کھولاپور ضلع امراؤتی مارچ ۱۸۸۶ء مدیر منشی کرشن لال جوش

۸۔ ماہنامہ برار پنچ ۔ کھولاپور ضلع امراؤتی ۱۸۸۶ء

۹۔ ہفتہ وار پیام ناگپور ۴ جولائی ۱۸۸۷ء مدیر جہانگیر خاں

۱۰۔ پندرہ روزہ پیام نو ناگپور ۱۸۹۹ء مدیر منشی واحد علی

۱۱۔ ہفتہ وار تجلی عرفان ناگپور ۱۹۰۴ء مدیر مولوی کرم اللہ

۱۲۔ پندرہ روزہ خلافت ناگپور ۱۹۰۶ء مدیر اکرام

۱۳۔ ہفتہ وار سفیر برار امراؤتی ۱۹۰۸ء مدیر مرزا عثمان بیگ

۱۴۔ ماہنامہ نور البرار ایلچ پور ضلع امراؤتی ۱۹۰۹ء مدیر سید عظمت حسین خطیب

۱۵۔ ماہنامہ خادم امراؤتی ۱۹۱۰ء مدیر سید مظہر حسین مظہر خطیب

۱۶۔ ماہنامہ مواعظ حسنہ آکولہ ۱۹۱۰ء

۱۷۔ ماہنامہ ادیب ناگپور جون ۱۹۲۰ء مولوی محمد عبد الغنی / مولوی محمود علی خاں ندوی

۱۸۔ ہفتہ وار البرہان برہان پور ۱۹۲۳ء مدیر سید زوار حسین عالی سبزواری

۱۹۔ ہفتہ وار البرہان آکولہ ۱۹۲۴ء مدیر سید مبین الرحمٰن علیگ

۲۰۔ ہفتہ وار الحق ناگپور ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء مولوی محمود علی خاں ندوی

۲۱ - ماہنامہ البشیر ایلچپور ۱۹۲۵ء محمد بشیر الدین بشیر ملکاپوری

۲۲ - ہفتہ وار اردو اخبار ناگپور ۶ جولائی ۱۹۲۷ء مدیر سید سجاد حسین اسرار الٰہ آبادی

۲۳ - سہ ماہی مرقع اردو امراؤتی ۱۹۲۷ء اولین مدیر محمد ابراہیم شرار ایلچپوری

۲۴ - ماہنامہ بہارستان بالاپور ضلع آکولہ ۱۹۲۸ء اولین مدیر سید حسنین صاحب ایم اے

۲۵ - ماہنامہ عزیز وطن پانڈھر کوڑا ضلع ایوتمحل اگست ۱۹۲۸ء مدیر سید عبدالرؤف شاہ عاصی

۲۶ - ماہنامہ عفت آکولہ ۱۹۳۰ء مدیرہ قدیر النساء بیگم قاضی کریم الدین -

۲۷ - ماہنامہ صحیفہ عثمانی کھام گاؤں ضلع بلڈانہ ۱۹۳۰ء مدیر محمد ایوب صابر

۲۸ - ہفتہ وار امید ناگپور ۱۹۳۱ء عبدالستار فاروقی -

۲۹ - ماہنامہ انیس ایلچپور ۱۹۳۵ء مدیر محمد ابراہیم شرار ایلچپوری

۳۰ - ہفتہ وار المنارہ، قد کامٹی ۳ جولائی ۱۹۳۵ء مدیر عبدالستار فاروقی

۳۱ - ماہنامہ درِ سخن کامٹی مارچ ۱۹۳۵ء مدیر مولانا محمد عمر انصاری

۳۲ - سہ روزہ جمہور کامٹی ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء مدیر مولانا محمد عمر انصاری

۳۳ - ماہنامہ کلام الشعراء کھام گاؤں، بلڈانہ ۱۹۳۶ء عبدالحکیم ذاکر -

۳۴ - سہ ماہی ارمغان بالاپور، آکولہ دسمبر ۱۹۳۶ء مولانا ہادی نقشبندی

۳۵ - ہفتہ وار محوی ناگپور فروری ۱۹۳۷ء مدیر سلطان احمد خاں محوی

۳۶ - ہفتہ وار مسلم لیگ گزٹ ناگپور فروری ۱۹۳۷ء قتابت محمد خاں

۳۷ - ماہنامہ آرسی ناگپور، فروری ۱۹۳۷ء مولانا اسرار احمد کریوی / آفتاب احمد کریوی

۳۸ - ہفتہ وار جد وجہد ناگپور فروری ۱۹۳۷ء فیض انصاری / قادر نیازی / عثمان اقبال

۳۹ - ماہنامہ عزیز ناگپور جولائی ۱۹۳۷ء فیض انصاری / قادر نیازی / عثمان اقبال

۴۰ - ہفتہ وار مسلم ناگپور اپریل ۱۹۳۸ء مدیر تاج الدین

۴۱ - ہفتہ وار شوکت ناگپور، یکم جون ۱۹۴۶ء مدیر سید ابوالمظفر بہاری

۴۲ - ماہنامہ پرواز ناگپور، اپریل ۱۹۵۰ء قادر نیازی / شہزادہ اسلم

۴۳ - ماہنامہ محشر آکولہ جنوری ۱۹۵۲ء محمد ابراہیم شرار ایلچپوری

۴۴ - ماہنامہ نباض ناگپور مارچ ۱۹۵۲ء دیوان بلدیو راج / حمید اللہ خاں آذر
۴۵ - ہفتہ وار امن آکولہ ۱۹۵۲ء مدیر ڈاکٹر امان خاں صابر
۴۶ - ماہنامہ چاند ناگپور جنوری ۱۹۵۳ء فیض انصاری / شیفتہ فرحت
۴۷ - پندرہ روزہ سویرا ناگپور اگست ۱۹۵۳ مدیر اقبال ہاشمی
۴۸ - ماہنامہ کرنیں ناگپور اگست ۱۹۵۴ء شیفتہ فرحت
۴۹ - ماہنامہ راہی ناگپور دسمبر ۱۹۵۴ء جمال الدین برق
۵۰ - ماہنامہ فلمی نقاد ناگپور اکتوبر ۱۹۵۵ء حمید صادق
۵۱ - ہفتہ وار سنگیت ناگپور اکتوبر ۱۹۵۵ء حمید صادق
۵۲ - ماہنامہ شفق ناگپور دسمبر ۱۹۵۵ء مدیر عبدالمجید نظیری
۵۳ - ہفتہ وار جمعیت آکولہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء مدیر عبدالصمد جاوید
۵۴ - ہفتہ وار ہم لوگ آکولہ ۱۹۵۵ء مدیر عبدالصمد جاوید
۵۵ - ہفتہ وار طلاپ جدید امراؤتی ۱۹۵۶ء مدیر حکیم برہم نظمی
۵۶ - ہفتہ وار پیام امراؤتی ستمبر ۱۹۵۶ء مدیر الحاج شیخ احمد
۵۷ - ہفتہ وار لیڈر آکولہ ۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء مدیر محمد عطاء اللہ افغانی
۵۸ - ماہنامہ خیال کامٹی اپریل ۱۹۵۷ء مدیر فیض انصاری
۵۹ - ہفتہ وار آواز امراؤتی ۲۱ مارچ ۱۹۵۸ء مدیر مشکل افکاری
۶۰ - ہفتہ وار پرواز امراؤتی ۱۲ مئی ۱۹۵۸ء مدیر محمد علی ایڈوکیٹ
۶۱ - ماہنامہ تاج ناگپور جون ۱۹۵۹ء ظہیر القریشی
۶۲ - ہفتہ وار منزل آکولہ ۱۵ اگست ۱۹۶۰ء ایڈوکیٹ محمد ابراہیم بسمل
۶۳ - ماہنامہ مدنی تجلیات ناگپور جنوری ۱۹۶۶ء مدیر مولانا غلام محمد خاں اشہر
۶۴ - ہفتہ وار تاج کامٹی ۴ جولائی ۱۹۶۶ء مدیر ظہیر افروز
۶۵ - ہفتہ وار تعبیر آکولہ ستمبر ۱۹۶۹ء مدیر شیخ رمضان
۶۶ - پندرہ روزہ امنگ کامٹی یکم مارچ ۱۹۷۰ء مدیر شمیم فیضی

۶۷ - ہفتہ وار نقوش ناگپور ۱۵ اگست ۱۹۷۴ مدیر حمید صادق / وکیل عارف

۶۸ - ماہنامہ فیروز ناگپور جنوری ۱۹۷۵ء مدیر طرفہ قریشی سپنڈا روی

۶۹ - سہ ماہی ایجوکیشنل ٹائمز ناگپور جنوری ۱۹۷۶ء مدیر قادر نیازی / محمد خضر حیات

۷۰ - ہفتہ وار لہو ترنگ کامٹی مدیر انیس الدین پرواز / ایم یونس افسر

۷۱ - ہفتہ وار دھوپ دچھاؤں کامٹی مدیر وکیل عارف

۷۲ - پندرہ روزہ رقیب کامٹی نصیر عظیمی | عبدالرحیم نشتر

۷۳ - پندرہ روزہ ہمہ گیر ناگپور ،، نثار اختر انصاری (تاریخ اجراء ۱۵ مارچ ۱۹۸۰ء)

۷۴ - پندرہ روزہ مشعلِ حیات ناگپور جمیل افسر

۷۵ - ہفتہ وار اخوت کامٹی مدیر وکیل عارف

۷۶ - ہفتہ وار زیر و زبر کھام گاؤں ۱۹۸۰ء ہوس مدیر نجم اللہ کھام گانوی

۷۷ - پوسد سماچار پوسد ۱۹۸۰ء مدیر انصار اللہ بیگ کیف

۷۸ - سہ ماہی کاوش شیگاؤں ۱۹۸۰ء مدیر لطیف ثاقی

۷۹ - امن کا پیغام کھام گاؤں ۱۹۸۱ء دلشاد کھام گانوی

۸۰ - وادیٔ مہدیٔ الیوت محل ۱۹۸۱ء

۸۱ - رسالہ تفہیم الیوت محل ۱۹۸۱ء

۸۲ - پندرہ روزہ ادبستان کھام گاؤں ۱۹۸۱ء مدیر شبیر خاں طالب / ایم یوسف

۸۳ - رسالہ ترسیل کامٹی ۱۹۸۱ ڈاکٹر نظیر رشیدی

۸۴ - اسپورٹس اور تعلیم ۱۹۷۹ء قیصر واحدی

۸۵ - سینٹرل ٹائمز ناگپور - تقسیم ہند سے قبل جاری ہوا - یہ اخبار مسلم لیگ کی پالیسیوں کا حامی تھا اور سی پی کا واحد پرچہ تھا جسے مسلمان رہنماؤں کا تعاون حاصل تھا اس کے مدیر ستار صدیقی تھے - ستار صدیقی کے ساتھیوں میں عارف محمد خاں تاج الدین اور راظہر تھے - ان نوجوانوں نے سی پی کے مسلمان طلباء کو منظم کرنے میں بڑی خدمات انجام دی تھیں - اب یہ سب کراچی میں ہیں - کلکتہ میں ۱۶

۱۹۴۶ء سے جو بھیانک فساد شروع ہوا تھا وہ تقریباً ایک ہفتہ جاری رہا۔ اس فساد کی رپورٹ اور آنکھوں دیکھا حال انور عنایت اللہ نے قلم بند کیا تھا جو سنٹرل ٹائمز ناگپور میں شائع ہوا تھا۔

۸۶۔ ماہنامہ نورس، گوندیا۔ یہ رسالہ بھی تقسیم ہند سے قبل ہی شروع ہوا۔ اس کے دو تین ہی شمارے شائع ہوئے۔ یہ رسالہ شکل و صورت میں سہیل عظیم آبادی کے رسالے "کہانی" سے ملتا جلتا تھا لیکن ترتیب کے لحاظ سے بڑا منفرد تھا۔ اس کے مدیر انور عنایت اللہ تھے اور معاونین ڈاکٹر اطہر پرویز اور صدیقہ بیگم سیوہاری بھی شامل تھے۔ آج کل یہ صاحبان قلم علی گڑھ میں قیام فرما ہیں اور انور عنایت اللہ کراچی میں مقیم ہیں لیکن نورس کے اجراء کے زمانے میں ان سب کا قیام گوندیا ضلع بھنڈارہ میں تھا۔

۸۷۔ ہفتہ وار سماج واد سنگرام ناگپور۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۷ء کو اردو ایڈیشن نثار اختر انصاری کی ادارت میں شروع ہوا۔ لیکن صرف چھ شمارے ہی نکل پائے۔

۸۸۔ روزنامہ دھوپ چھاؤں ناگپور۔ سراج بھائی ساور کے ہفتہ وار اخبار کا ڈیلی ایڈیشن۔ مارچ ۱۹۷۸ کو پہلا شمارہ شائع ہوا۔ یہ اخبار ۱۲ دنوں تک جاری رہا۔ مدیر نثار اختر انصاری تھے۔

۸۹۔ گوہر ناگپور مئی ۱۹۳۹ء

۹۰۔ ہفت روزہ رستم ویر بلڈانہ مدیر سید دلشاد شاہ دلشاد

۲۰۔ انور عنایت کی خود نوشت مطبوعہ ماہنامہ افکار کراچی نمبر ۸ ... ۱۹۸۰ء ص ۲۲

امدادی کتب / رسائل و جرائد

۱ - تاریخ اردو ادب - جمیل جالبی

۲ - تاریخ اردو ادب (علی گڑھ) ڈاکٹر نظیر احمد

۳ - دکن میں اردو - نصیر الدین ہاشمی

۴ - دکنی ادب کی مختصر تاریخ - محی الدین قادری زور

۵ - سمن زار - مرتب منور حسین شاکر اورنگ آبادی

۶ - طور پر خشاں - مرتب طرفہ قریشی بھنڈاروی

۷ - دیوان ناطق - مرتب محمد عبد الحلیم

۸ - ماہنامہ افکار کراچی - اگست ستمبر - اکتوبر ۱۹۸۰ء

۹ - بے تیغ سپاہی - نواب صدیق علی خاں

۱۰ - ہفتہ وار ہمہ گیر ناگپور

۱۱ - ہفتہ وار ہماری زبان دہلی

۱۲ - سہ ماہی امکان بمبئی

۱۳ - ناگپور میں اردو - غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ از ڈاکٹر شرف الدین ساحل ناگپور

۱۴ - برار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ از آغا غیاث الرحمن ناگپور

۱۵ - ممالک متوسط سی پی و برار میں اردو کی حالت مصنف شبر علی ہاشمی / اسرار احمد کریوی

۱۶ - اوراقِ مصور مرتب شکیل اعجاز آکولہ

۱۷ - ایلچ پور کے چند قدیم شعراء از ڈاکٹر وسیم دردانہ باسط

۱۸ - کامٹی کی مختصر تاریخ از ظہیر وارثی کامٹی ۱۹۸۰ء

…ے بلڈانہ مرتب رفیق مرزا شاکر کھام گانوی ۱۹۷۸

…اراشٹر کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے (کتابچہ) فاطمہ انیس ۱۹۸۱ء



ودربھ میں جدید شاعری
کے پیش رو
شاہد کبیر
شعری مجموعہ
مٹی کا مکان





ودربھ کے مشہور کاتب و شاعر
محمد غلام رسول اشرف

کامٹی کی ایک زبان دوست شخصیت
جناب حفیظ الرحمٰن

سید امجد حسین خطیب مدظلہ مرحوم

دربھہ کے مایہ ناز تاریخ نویس

و تذکرہ نگار، یادگار تصنیف

تاریخ امجدیہ کے مصنف



دربھنگہ کے اہل قلم



پیر مغاں خم خانۂ سخن

فخر المتاخرین

استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا سید

ابو الحسن ناطق

گلاؤٹھوی مرحوم

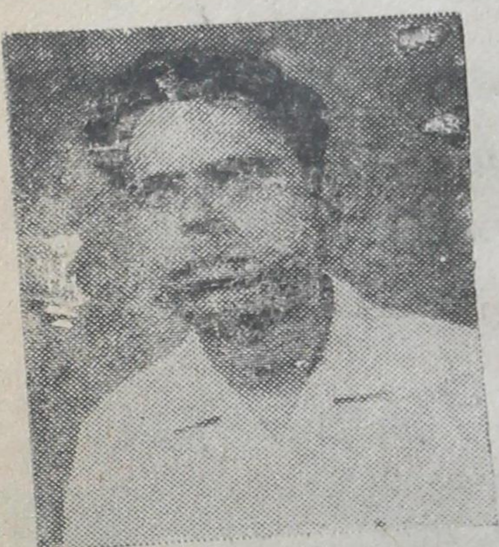
بیان دردِ دل ہے جو بہ حسن بیاں ناطقؔ

وہ فخر سخن ہم رو فخر معانی ہے

ودربھ کے اہل قلم



یادگار ناطق مرزا ظفر حسین ظفرؔ ناگپوری
جن کے دم سے ایک زمانے تک "بزم احسن"
اردو زبان و ادب کی خدمات انجام دیتی رہی۔



محمد عبدالحلیم صاحب

دیوانِ ناطق کے مرتب "مولانا ناطق کی شاعری
اور شخصیت پر لکھے گئے بیشتر مضامین کے مصنف
تنقیدی شعور اور تحقیقی نظر کے حامل، برار، دکن
اور ناگپور کی ادبی تاریخ پر آپکی خصوصی نگاہ ہے



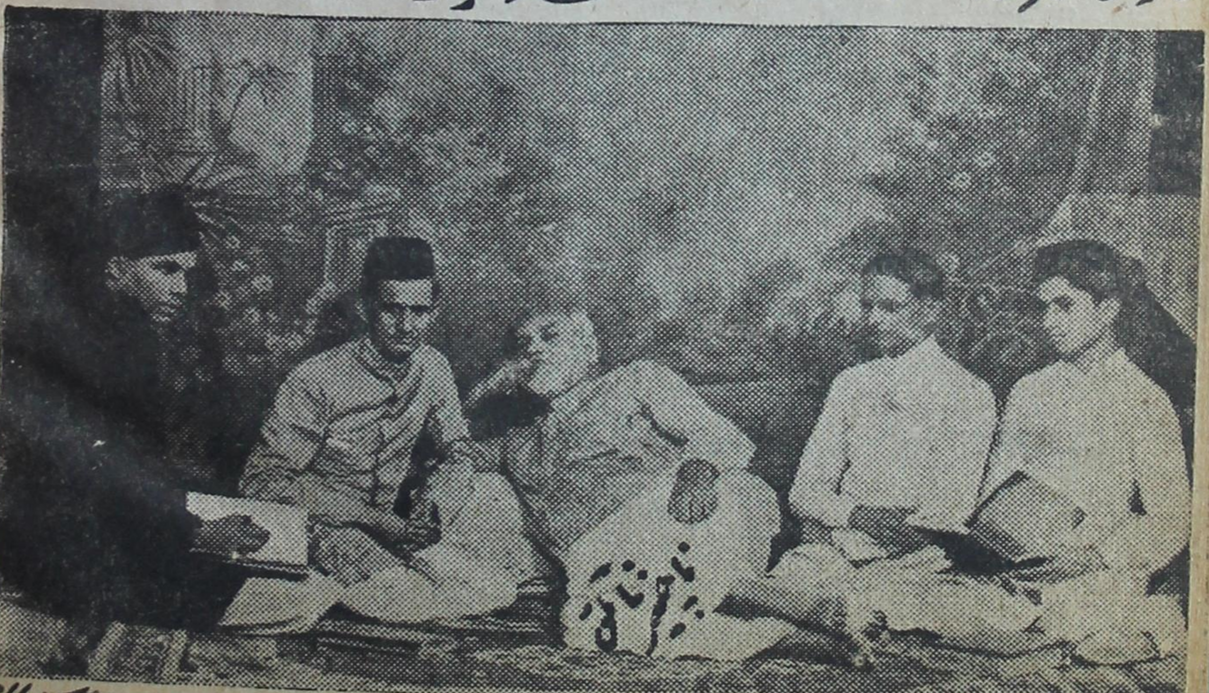
فداء المصطفیٰ فدوی

ودربھ کے نوخیز شاعر، نقاد اور محقق
سید احتشام حسین کے فن اور شخصیت
پر تحقیقی مقالہ لکھ چکے ہیں۔



مسلم اسٹوڈینٹس ویلفیر آرگنائزیشن محمد علی روڈ مومن پورہ ناگپور ایک تعلیمی، علمی، اور سماجی ادارہ ہے جو گزشتہ کئی برسوں سے زبان و ادب کی نمایاں خدمات انجام دیتا آرہا ہے۔ نظام الدین انصاری اپنے رفقاء کے ساتھ ادارہ ہٰذا کی سرگرمیوں کے روحِ رواں ہیں پیشِ نظر تصویر میں عالیجناب شبیر حسین صاحب طلباء سے خطاب فرما رہے ہیں

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ناطق گلاؤٹھوی اور انکے بعض تلامذہ



مرزا ظفر مرزا ناطق گلاؤٹھوی نازش سخن شاعر ناگپور حضرت آغا عابد ناگپوری

عرضِ ناشر

"ودربھ میں اردو" حاضر خدمت ہے۔ اس عنوان کے تحت ودربھ میں اردو کے آغاز و ارتقا اور سمت و رفتار کی ہلکی سی جھلک پیش کی گئی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ صاحب نظر محقق اور نقاد اس موضوع پر بھی قلم اٹھائیں اور جامع اور مبسوط تصنیف پیش کریں جس سے ودربھ کی اردو تاریخ پوری تفصیل اور دیانت دارانہ تحقیق کے ساتھ محفوظ ہو جائے۔ علاقائی ادب کے تاریخی مطالعے اور تنقیدی جائزے تقریباً ہر ریاست میں قلم بند کئے جا رہے ہیں اور مسرت کی بات ہے کہ ہندوستان کے بشتر اردو مرکزوں کی تاریخ ترتیب پا چکی ہے۔ جنوبی ہند میں دکنی زبان و ادب پر بہت کچھ کام ہو چکا ہے۔ شمالی ہند میں بھی نو دریافت کا سلسلہ جاری ہے۔ یوپی اردو اکادمی بھی اپنی سرپرستی میں علاقائی اردو زبان و ادب کی تاریخ میں اچھے کام کروا رہی ہے۔ ضرورت تھی کہ برار اور ناگپور ڈویژن کے شہروں میں بھی اردو زبان و ادب کی حالت کا جائزہ پیش کیا جاتا۔ ابھی تک اس موضوع پر کوئی باقاعدہ تصنیف موجود نہیں ہے۔ زیر نظر کتابچہ اس سلسلے کا پہلا قدم ہے اگرچہ مختلف حضرات کے ریزہ ریزہ مضامین اکثر نئے پرانے رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں یہ کام علاقائی عصبیت کے بجائے تاریخِ اردو زبان و ادب کی تکمیل کی نیت سے کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اہلِ نظر اسے پسند فرمائیں گے۔

بزمِ غالب کامٹی نے ۳۱ اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۸۱ کو اس عنوان سے ایک مفید و موثر سیمنار کا انعقاد کیا تھا۔ یہ چھوٹا سا پروگرام گزشتہ "عظیم الشان آل انڈیا مشاعروں" سے کہیں زیادہ اہم ثابت ہوا۔ آئندہ بھی بزم اسی طرح کے تعمیری قدم اٹھائے تو ہندوستان کے معروف اردو اداروں میں گنی جائے گی۔

عرضِ مصنّف

ڈاکٹر عبدالرحیم نشتر ایک محقق، ادیب اور شاعر کی حیثیت سے پورے ملک میں جانے مانے جاتے ہیں۔ گزشتہ تین مہینوں سے آپ نے "ودربھ نامہ" کے عنوان سے ایک کتابی سلسلہ شروع کیا ہے۔ جسکے ذریعہ علاقہ ودربھ کی اردو سرگرمیوں کو ہر پہلو سے سامنے لا رہے ہیں۔ پہلا شمارہ "ناگپور میں اردو" (کو خوشی) اور دوسرا "شخص اور شاعر" کے عنوان سے پیش کیا گیا "ودربھ میں اردو" اس سلسلے کی تیسری کڑی ہے جو میرے Ph.D کے مقالے "برار میں اردو زبان و ادب" کی مختصر تلخیص ہے۔ نشتر صاحب نے ازراہِ خلوص اسے نہ صرف نظرِ ثانی فرمائی بلکہ قابلِ قدر اضافہ کے ساتھ اسے پیش کر رہے ہیں عزیزی ذکی العزیز نے اس کتاب کا ٹائیٹل بنا کر میرے ساتھ اپنی محبت کا جس طرح ثبوت دیا ہیں اسکیلئے انکا مشکور ہوں۔

(آغا غیاث الرحمٰن)